طلبہ وطالبات کے لیے قرآن وحدیث سے مزین تقاریر کا حسین مجموعہ

آسان تقریریں

مرتب

مولانا ومفتی رضوان نسیم قاسمی

استاذ فقہ وافتا معہد الدراسات العلیا پھلواری شریف پٹنہ

ناشر

مکتبہ دار ارقم نیپال

فیض پور عرف گھیورا ضلع روتہٹ، نیپال

Mob. 8986305186 (Indian)

9809191037 (Nepali)

طلبہ وطالبات کے لیے قرآن وحدیث سے مزیّن تقاریر کا حسین مجموعہ

آسان تقریریں

مرتب

مولانا و مفتی رضوان نسیم قاسمی
استاذ فقہ و افتا معہد الدراسات العلیا پھلواری شریف پٹنہ

ناشر

مکتبہ دار ارقم نیپال
فیض پور عرف گھیورا، ضلع روتہٹ، نیپال
Mob. 8986305186 (Indian)
9809191037 (Nepali)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

© جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب ______ آسان تقریریں

مرتب ______ مولانا ومفتی رضوان نسیم قاسمی

استاذ فقہ وافتاء ______ معہد الدراسات العلیا، ہارون نگر سیکٹر۔۱، پھلواری شریف پٹنہ

رابطہ نمبر ______ انڈین نمبر 8986305186 ، نیپالی نمبر 9809191037

صفحات ______ 80

تاریخ اشاعت ______ رجب المرجب ۱۴۴۵ ہجری، فروری ۲۰۲۴ عیسوی

ناشر ______ مکتبہ دار ارقم، فیض پور، روتہٹ نیپال

ملنے کے پتے

کتاب کے لئے درج ذیل نمبر پر واٹس ایپ میسیج کریں

انڈین نمبر: 8986305186

نیپالی نمبر: 9809191037

فہرست مضامین

پہلی تقریر	صفات باری تعالی	۱۰
دوسری تقریر	شان رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳
تیسری تقریر	فضائل قرآن مجید	۱۶
چوتھی تقریر	نماز کے فضائل وفوائد	۱۹
پانچویں تقریر	روزہ کے انوار وبرکات	۲۲
چھٹی تقریر	زکوۃ کے برکات وثمرات	۲۵
ساتویں تقریر	سفرحج عشق الہی کا سفر ہے	۲۸
آٹھویں تقریر	قربانی کا پس منظر	۳۱
نویں تقریر	صحابہ کے فضائل ومناقب	۳۴
دسویں تقریر	حسن اخلاق اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۷
گیارہویں تقریر	اتحاد واتفاق کی اہمیت	۴۱
بارہویں تقریر	اصلاح معاشرہ	۴۴
تیرہویں تقریر	علم کی اہمیت وفضیلت	۴۷
چودہویں تقریر	مدارس کی روشن تعلیمات	۵۰
پندرہویں تقریر	اسلام میں عورت کا مقام	۵۳
سولہویں تقریر	ماں کی ممتا اور شفقت	۵۶
سترہویں تقریر	بیٹی اللہ کی رحمت ہے	۵۹
اٹھارہویں تقریر	اولاد کی تربیت کریں	۶۲
انیسویں تقریر	پردہ عورت کی زینت ہے	۶۵
بیسویں تقریر	اوصاف مومن	۶۸
اکیسویں تقریر	نکاح کے فوائد ومقاصد	۷۲
بائیسویں تقریر	جہیز کی تباہ کاریاں	۷۵
تیئیسویں تقریر	موت کی اہمیت وفضیلت	۷۸

ابتدائیہ

ألحمد لله حمدا موافيا لنعمه،مكافيا لمزيده،والصلوة والسلام علی سيدنا محمد و آله و صحبه و جنوده،أما بعد!

زبان و بیان کی قوت اور تقریر و خطابت کی تاثیر کی اہمیت ہر زمانے میں مسلم رہی ہے، دلوں کی فتح یابی اور قوموں کی تسخیر کے لیے تلوار سے زیادہ زبان کی سحر طرازی، جادو بیانی، شعلہ فشانی اور خطابت کی آتش نوائی کارگر ثابت ہوئی ہے اور ہوتی آرہی ہے، نیز تاریخ کے اوراق اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ طلاقت لسانی اور فصاحت بیانی کے سبب ہزاروں مردہ قلوب نے پل بھر میں زندگی کی نئی روشنی اور تازگی پائی، ہارون علیہ السّلام کے اعجاز بیانی وفصاحت کلامی ہی کا نتیجہ تھا کہ موسیٰ علیہ السّلام جیسے عظیم المرتبت رسول نے رب سے کارِ نبوت میں انکی معانت کی دعا کی اور کہا کہ وَهُوَ أَفْصَحُ مِنِّي.(ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہیں) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

> ''بہ نسبت تحریر کے تقریر میں مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ تحریر کا نفع خاص ہوتا ہے، یعنی صرف طلبہ اور پڑھے لکھے لوگوں کو (نفع ہوتا ہے) اور تقریر کا نفع عام ہوتا ہے، جن میں خاص بھی داخل ہیں، غرض بیان کی دو صورتیں ہیں: ایک درس؛ جس کا نفع خاص طلبہ کو ہے اور ایک وعظ؛ جس کا نفع عوام کو ہے، اوران دونوں قسموں کا فائدہ اس پر موقوف ہے کہ قوتِ بیانیہ بقدر ضرورت حاصل ہو، پس ہمارے طلبہ کو اس وقت ان دونوں کی تحصیل اور مشق کی ضرورت ہے''۔(اصول خطابت ونظامت:۱۶)

مولانا محمد طلحہ قاسمی فرماتے ہیں:

''خطابت بے حس قوموں کو چونکاتی ہے، مردہ جذبات کو جگاتی ہے، دلوں کو گرماتی ہے، حوصلوں کو بڑھاتی ہے، دکھ میں تسکین دیتی ہے، مشکل میں استقلال سکھاتی ہے، بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارتی ہے، گری ہوئی قوموں کو ابھارتی ہے، عوام کے جمگھٹوں کو پر کیف، غم ومسرت کی محفلوں کو کامیاب اور دینی وسیاسی جلسوں کو پر تکلف بناتی ہے''۔ (اصول خطابت ونظامت:۱۴)

تقریر وخطابت کی اسی اہمیت وافادیت کے پیش نظر فن تقریر وخطابت پر آئے دن مختصر ومطول کتابیں لکھی جارہی ہیں اور ہزارہا کتابیں شائع ہوکر مقبول عام بھی ہوچکی ہیں، ان میں سے ہر کتاب کی کوئی نہ کوئی امتیازی خصوصیت اور انفرادی حیثیت ضرور ہوتی ہے، کسی کتاب میں الفاظ کا بہاؤ، جملوں کی بندش، تعبیرات کا انوکھا پن، تشبیہات کی دلکشی ہوتی ہے، تو کسی میں برمحل اشعار کا برتاؤ اور اندازِ تحریر کی دلکشی، اسلوبِ نگارش کا بانکپن اور طرزِ بیان کی جدت۔

جب بھی کوئی شخص قلم اٹھاتا ہے تو اس کے پس منظر ایک مقصد اور ہدف ہوتا ہے اور وہ اسی معیار کے مطابق اپنی کتاب مرتب کرتا ہے، پیش نظر کتاب ''**آسان تقریریں**'' کی تصنیف وتالیف کا بھی ایک نہایت اہم مقصد ہے اور میں نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر مشمولہ تقاریر لکھی ہیں، میرا مقصد کسی بھی موضوع سے متعلق قرآن وحدیث کی مختلف صفحات میں بکھرے مضامین کو مرتب انداز میں طلباء مدارس کے سامنے پیش کرنا ہے، تاکہ ان کی ذہنی وفکری تربیت ہوسکے اور تقریر کی شکل میں ایک علمی خزانہ، وفکری

سرمایہ بھی ان کے ذہن ودماغ میں محفوظ ہوجائے اور جب وہ اپنا ذہن ٹٹولیں تو خود کو الفاظ وتراکیب اور محاورات وتشبیہات کی جھاڑیوں کے درمیان الجھا ہوا نہ پائیں، بلکہ ساتھ ساتھ ایک قیمتی جوہر بھی ہاتھ لگے، البتہ زبان وادب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور اپنی بساط بھر کوشش کی گئی ہے کہ تحریر شستہ وشگفتہ ہو، تاکہ شائقین ادب کے ذوق کو ٹھیس نہ پہنچے، چنانچہ کتاب آپ دیدہ وران علم وادب اور صاحبان فکر ونظر کے سامنے ہے، آپ میزان رکھیں، ترازو لائیں اور ناپیں تولیں اور بتائیں کہ میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں؟ یہ آپ کا کام ہے، آپ ہی اس کا فیصلہ کریں گے۔

اخیر میں اس موقع پر میرا رواں رواں مالک قلم کے سامنے سجدہ ریز ہے جس کی توفیق سے لکھنے کی ہمت پاتا ہوں، اور پھر شکر گزار ہوں اپنے اساتذۂ کرام، والدین، مخلص دوست واحباب اور تمام معاونین بالخصوص مفتی یوسف ضیاء قاسمی اور مفتی ذاکر حسین صحرائی کا جن کی دعائیں اور نیک خواہشات ہمیشہ میرے شامل حال رہتی ہیں، اللہ تعالی ان تمام حضرات کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے، نیز اپنے قارئین سے عرض ہے کہ میرے لئے یہ دعا ضرور کریں کہ خدا اِس بندۂ عاجز سے بھی دین کی کوئی ایسی خدمت لے لے جو اِس کے لیے توشۂ آخرت اور روز قیامت باعث نجات ہو۔

مولانا ومفتی رضوان نسیم قاسمی

فیض پور، عرف گھیورا، روتہٹ نیپال

استاذ فقہ وافتا معہد الدراسات العلیا، پھلواری شریف پٹنہ

انڈین نمبر: 8986305186 نیپالی نمبر: 9809191037

کامیاب مقرر کے پچاس اوصاف

از قلم: حضرت اقدس مولانا محمد نعمان صاحب

❶ اخلاص پیدا کریں۔
❷ علم پر عمل کریں
❸ تقوی اختیار کریں۔
❹ اتباع سنت کو لازم پکڑیں۔
❺ ظاہری وضع قطع شرع کے مطابق کریں۔
❻ معاشرے کی ضرورت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق موضوع اختیار کریں۔
❼ بیان کے دوران واقعات ومشاہدات ذکر کریں۔
❽ موضوع کے مطابق آیات اور احادیث کا انتخاب کریں۔
❾ تقریر کا آغاز مثبت اور دھیمے لہجے میں کریں۔
❿ اپنے اندر تحمل مزاجی پیدا کریں۔
⓫ دوران بیان باوقار اور سنجیدہ رہیں۔
⓬ اپنے مزاج میں نرمی اور شائستگی پیدا کریں۔
⓭ دوران بیان نصیحت اور خیر خواہی کا جذبہ رکھیں۔
⓮ دوران بیان لایعنی گفتگو اور حرکات وسکنات سے بچیں۔
⓯ تقریر بغیر مطالعہ کے نہ کریں۔

۱۶ مقررہ وقت کی پابندی کریں۔

۱۷ اپنے مواد کو ترتیب وار بیان کریں۔

۱۸ اپنے لہجہ میں نرمی لائیں۔

۱۹ چہرے کے تاثرات اور ہاتھوں کی حرکات وسکنات گفتگو کے مطابق ہوں۔

۲۰ تیاری کے لئے چار ذرائع استعمال کریں: مطالعہ، مشاہدہ، سماعت، استفسار

۲۱ موقع محل کی مناسبت سے آواز میں اتار چڑھاؤ لائیں۔

۲۲ جید علماء کرام کی تقاریر بھی سنیں۔

۲۳ تذکیر وتانیث اور واحد جمع کی غلطی سے بچیں۔

۲۴ ادھورے اور ناقص مطالعہ کے ساتھ تقریر نہ کریں۔

۲۵ صحت الفاظ میں چار ذرائع استعمال کریں: لغت اور ادب کی کتابوں سے اہل علم کی گفتگو سے، خطباء کے بیانات سے، اہل زبان سے۔

۲۶ آیات، احادیث، اور عبارات کو عربی لہجہ میں پڑھیں۔

۲۷ غیر مستند احادیث و واقعات سے گریز کریں۔

۲۸ شعر کو اس انداز سے پڑھیں کہ معلوم ہو کہ شعر پڑھا ہے۔

۲۹ گفتگو کے مطابق چہرے اور جسم کے تاثرات ہوں۔

۳۰ نہایت عام فہم الفاظ استعمال کریں۔

۳۱ خود پسندی سے اجتناب کریں۔

۳۲ بے جا انکساری سے بچیں۔

۳۳ بے معنی تکرار سے بچیں۔

۳۴ مترادف الفاظ، عمدہ تشبیہات اور استعارات کو استعمال کریں۔

۳۵ تکیۂ کلام سے بچیں۔

۳۶ غیر ضروری طوالت سے گریز کریں۔

۳۷ تقریر کا اہتمام اچھے اسلوب میں کریں۔

۳۸ فحش اور بیہودہ مذاق سے بچیں۔

۳۹ کسی کا نام لیکر تنقید نہ کریں۔

۴۰ کسی کی ذاتیات پر حملہ نہ کریں۔

۴۱ وقت سے پہلے آنے کی عادت بنائیں اور مقررہ وقت پر بیان ختم کریں۔

۴۲ نصوص اور واقعات سے نتائج اخذ کر کے معاشرہ پر تطبیق دیں۔

۴۳ متقدمین، متأخرین اور معاصرین کی کتب سے استفادہ کریں۔

۴۴ احساس برتری سے بچیں۔

۴۵ لہجہ کی سختی اور طنزیہ انداز سے بچیں۔

۴۶ منفی اور فروعی اختلافات کے بیان سے گریز کریں۔

۴۷ کسی کی نقل نہ اتاریں۔

۴۸ اپنا بیان ریکارڈ کر کے خود تنہائی میں سنیں۔

۴۹ حدیث، اہم بات اور واقعہ کا حوالہ ضرور دیں۔

۵۰ جس قدر تقوی اور خشیت الٰہی ہوگی اس قدر بیان میں تاثیر زیادہ ہوگی۔

صفاتِ باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ. وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنْ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنْ. أَمَّا بَعْدْ! فَأَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ: ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لا اِلٰہَ اِلا ھُوَ، عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمْ. (سورۃالحشر:۲۲)

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

قابل احترام عزیز دوستو!

آج کی اس پرنور محفل میں اُس عظیم ذات کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہے، بلکہ خود سے قائم ہے اور دوسروں کو بھی سنبھالے ہوا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس کو کبھی موت نہیں آسکتی، جس کو نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جس کی ملکیت میں آسمان وزمین کی تمام چیزیں ہیں، جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی مخلوق کسی کی بھی سفارش نہیں کرسکتی، جو مخلوق کی پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد کے تمام حالات وواقعات سے باخبر ہے، جس کے علم کے کسی بھی حصے کا کوئی بھی مخلوق احاطہ نہیں کرسکتی ہے، جس کی کرسی اتنی بڑی ہے کہ اس کی وسعت میں ساتوں آسمان وزمین سمائے ہوئے ہیں، جس کی حفاظت کرتے ہوئے وہ کبھی تھکتا نہیں ہے، یعنی میرا موضوعِ سخن ''صفاتِ باری تعالیٰ'' ہے۔

فرزندانِ ملت!

اللہ وہ ذات ہے جس نے محض اپنی قدرت سے اس قدر بلند وبالا آسمان بنایا ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو، اور اس قدر وسیع وعریض زمین بنائی ہے جس پر تم چل پھر رہے ہو۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کے ٹھہراؤ اور جماؤ کے لیے اونچے اونچے پہاڑ بنائے ہیں، تاکہ زمین اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور زمین کی پشت پر نہریں اور ندیاں بنائی ہیں اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ بنایا ہے، تاکہ میٹھا اور کڑوا پانی الگ الگ رہے۔

اللہ وہ ذات ہے جو آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور بارش نازل کرنے سے پہلے ایسی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارش نازل ہونیکی علامت ہوتی ہیں، اور بارش کے ذریعہ خوش نما باغات اور درختوں کو پیدا کرتا ہے، جن سے ہم قسم قسم کے پھل کھاتے ہیں۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے ایسا سورج بنایا ہے جسکی کرنیں ساری دنیا کو روشن کئے ہوئی ہیں، اور اسی نے چاند اور اس کے ارد گرد چمکنے والے ستارے بنائے ہیں جو جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں ہمیں راستہ دکھاتے ہیں، اور رات کی اندھیری میں چاندنی پھیلا کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔

اللہ ہی وہ ذات ہے جو بے قرار اور پریشان لوگوں کی پکار کو سنتا ہے جب وہ اللہ کو اُس وقت پکارتے ہیں جب وہ بیمار ہوتے ہیں، یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں، یا کوئی تکلیف ان کو ستاتی ہے، یا کوئی ضرورت ان کو پیش آتی ہے اور اللہ اس کی پکار کو سن کر اس کو شفاء عطا کرتا ہے، اس کو مصیبت سے نجات دلاتا ہے، اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور اس کی ضرورت کو پوری کرتا ہے۔

اللہ وہ ذات ہے جس کو آسمان و زمین کی تمام مخلوقات پر غلبہ حاصل ہے، جو سزا دینا چاہے تو ابابیل پرندوں کے ذریعہ ابرہہ اور اس کی فوج کو ہلاک کردے اور فرعون جیسے لاؤلشکر والے بادشاہ کو سمندر میں غرق کردے۔

اللہ وہ ذات ہے جس کی ہستی اتنی بڑی ہے کہ اگر وہ ہم کو بھوکا رکھنا چاہے تو ہمیں کوئی روزی دینے والا نہیں ہے، اگر وہ ہم کو پیاسا رکھنا چاہے تو ہمیں کوئی پانی پلانے والا

نہیں ہے، اگر وہ ہم کو بیمار رکھنا چاہے تو ہمیں کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، اگر وہ ہم کو مصیبت میں رکھنا چاہے تو ہمیں کوئی مصیبت سے نجات دلانے والا نہیں ہے، اگر وہ ہماری ضرورتوں کو پوری نہ کرے تو کوئی ہماری ضرورت پوری کرنے والا نہیں ہے۔

الغرض!

زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور مل جائیں، اور وہ روشنائی بن کر صفاتِ باری تعالی کو لکھنا چاہیں تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی، کیوں کہ جس طرح اللہ کی ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالی کی صفات کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

لہذا!

اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالی ہی کی عبادت کریں، اللہ تعالی ہی کے سامنے اپنا سر جھکائیں، اللہ تعالی ہی سے سوال کریں، اللہ تعالی ہی سے امید لگائیں، اللہ تعالی ہی پر بھروسہ کریں، اللہ تعالی ہی سے محبت کریں، اللہ تعالی ہی کا خوف رکھیں، اللہ تعالی ہی کا کہنا مانیں اور اللہ تعالی ہی کی خاطر جئیں اور اسی کی خاطر مرجائیں، انہیں چند باتوں پر اس شعر کے ساتھ میں اپنی تقریر مکمل کرتا ہوں کہ

فکر اَسفل ہے میری ذکر ہے اونچا تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شانِ رسولِ اقدس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی فَخْرِ الْانْبِیاءِ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ وَخاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنْ. أمَّا بَعْدُ! فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ: وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (سورۃالانشراح:٤)

جہاں میں اُن سا چہرہ ہے نہ ہے خندہ جبیں کوئی
ابھی تک جَن سکیں نہ عورتیں اُن سا حسیں کوئی
نہیں رکھی ہے قدرت نے میرے آقا کمی تجھ میں
جو چاہا آپ نے مولٰی نے رکھا ہے سبھی تجھ میں

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

آج کی اس پرنور محفل میں آپ حضرات کے سامنے میں مدنی تاجدار، آقاء نامدار رحمۃ للعالمین، کونین میں سب سے انوکھے سب سے نرالے، رب العالمین کے دلارے، عبدالمطلب کی آنکھوں کے تارے، دائی حلیمہ کے جگر پارے، عبداللہ کے لخت جگر، آمنہ کے نور نظر، احمد مجتبی، محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس کو اس امید کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بغور سماعت فرمائیں گے۔

میرے عزیز دوستو!

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب محمد عربی ﷺ کے اوصاف وکمالات کو انتہائی عمدہ پیرایہ اور نرالے انداز میں بیان کیا ہے، چنانچہ کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! بے شک آپ اخلاق کے اعلی مرتبہ پر فائز ہیں، تو کہیں فرماتے ہیں کہ

اے نبی! ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! آپ پر اللہ تعالی کا بہت بڑا فضل و کرم ہے، تو کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، تو کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور کہیں فرماتے ہیں کہ اے نبی! ہم نے آپ کے ذکر کو اونچا اور بلند کر دیا ہے۔

فرزندانِ ملت!

محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہستی ہیں جن کی صداقت و دیانت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ گفتگو کے اعتبار سے سب سے سچے تھے، جنکی شرم وحیاء کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ باپردہ کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے، جنکی سخاوت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مال و دولت خرچ کرنے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہستی ہیں جنکے حسن سلوک کی تعریف کرتے ہوئے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اکرم ﷺ کی خدمت کی مگر کبھی بھی آپ نے مجھے نہیں ڈانٹا اور نہ ہی کسی کام کے بارے میں یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ بلکہ آپ مجھ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہستی ہیں جنکے اعلی صفات کو بیان کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بیہودہ اور بری بات کہنے والے نہ تھے، نہ ہی بازار میں شور کرنے والے تھے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے، اپنا کام خود ہی کرلیا کرتے تھے، خود ہی بکری کا دودھ بھی دوہ لیا کرتے تھے اور جوتے میں تسمہ بھی لگا لیا کرتے تھے، خود ہی جھاڑو بھی لگا لیا کرتے تھے اور آٹا بھی گوندھ لیتے تھے، مگر اِسکے لیے اپنے کسی خادم یا اپنی بیویوں

کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے تھے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہستی ہیں جنکے حسن و جمال اور اوصاف و کمالات کا ذکر کرتے ہوئے شاعر رسول حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین آدمی نہیں دیکھا، اور کسی عورت نے بھی آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت بچہ نہیں جنا، آپ ﷺ تمام عیبوں سے اسطرح پاک وصاف پیدا کئے گئے ہیں، گویا کہ آپ ﷺ اپنی چاہت کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں۔

محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہستی ہیں جو اخلاق و مروت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے افضل تھے، اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے، لوگوں سے میل جول اور قوم کے ساتھ رہن سہن کے اعتبار سے سب سے معزز تھے، پڑوسیوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرنے والے تھے، عیب کے کاموں سے دور رہنے والے تھے، سب سے سچے اور سب سے امانت دار تھے اور سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھے۔

سامعین کرام!

قرآن وحدیث میں آپ ﷺ کے جو اوصاف و کمالات اور محاسن و محامد بیان کئے گئے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے دل میں رسول اکرم ﷺ کی ایسی محبت پیدا کریں جو دنیوی تمام محبتوں سے بڑھ کر ہو، ایسی محبت پیدا کریں جو ہمارے رگ رگ میں سمائی ہوئی ہو، ایسی محبت پیدا کریں جو اپنی جان اور آل و اولاد سے بڑھ کر ہو، ایسی محبت پیدا کریں کہ نبی کے عشق میں اپنی جان، والدین اور آل و اولاد کو نچھاور کر دینا آسان ہو لیکن کسی بھی قیمت پر نبی کی محبت سے محرومی گوارہ نہ ہو، انہیں چند باتوں پر میں اپنی تقریر مکمل کرتا ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فضائل قرآن مجید

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِينْ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: الٓمّٓ، ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ، هُدًى لِلْمُتَّقِيْنْ. (سورة البقرة: ۱، ۲)

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہوکر

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

آج کی اس محفل میں آپ حضرات کے سامنے اُس مقدس اور بابرکت کتاب کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں جو خیر و برکت سے مالا مال، ہدایت وحکمت سے لبریز، شک و شبہ سے بالکلیہ پاک، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی اور ضلالت و جہالت کے اندھیروں سے نکال کر راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر لانے والی کتاب ہے، یعنی میرا موضوعِ سخن ''فضائل قرآن مجید'' ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ بغور سماعت فرمائیں گے۔

سامعین کرام!

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کی عظمت و تقدس اور اس کے اعجاز کو بیان کیا ہے، چنانچہ کہیں فرماتے ہیں کہ قرآن وہ کتاب ہے جس کی صداقت میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تو کہیں فرماتے ہیں کہ قرآن اس رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے جو غالب اور حکمت والا ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ قرآن کو صرف باوضو شخص ہی چھو سکتا ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ اس کی آیات و احکام ابدی ہیں جن کی پیروی لازم ہے اور کسی کو بھی ان میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے، تو

کہیں فرماتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوں، اور کہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مومنوں کو شفاء بخشنے والی، رحمت والی اور قیامت تک محفوظ رہنے والی کتاب ہے۔

قرآن اللہ تعالی کا وہ بلیغ کلام ہے جس کے متعلق خود اللہ تعالی یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے سارے انسان و جنات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اور ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی اس جیسی کتاب نہیں لکھ سکتے ہیں، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کوئی بھی شاعر، کوئی بھی مصنف، کوئی بھی ادیب، کوئی بھی خطیب اور کوئی بھی فصیح اللسان اور بلیغ البیان شخص قرآن جیسی نہ تو کتاب لکھ سکا ہے، نہ ایک سورت لکھ سکا ہے اور نہ ہی ایک آیت لکھ سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی شخص لکھ سکے گا۔

قابل قدر دوستو!

قرآن وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالی نے اپنے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبرئیل کے ذریعہ اپنے سب سے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ۲۳ رسال کی قلیل مدت میں نازل فرمایا، قرآن وہ عظیم کتاب ہے جس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں، قرآن وہ شاہکار کتاب ہے جس کا پڑھنا بھی عبادت ہے، جس کا سننا بھی عبادت ہے اور جس کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے، قرآن وہ مایۂ ناز کتاب ہے کہ جس گھر میں بھی اس کی تلاوت کی جائے اس میں خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے اور اس گھر سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔

قرآن وہ عظیم الشان کتاب ہے جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے سراپا ہدایت و رحمت ہے، قرآن وہ مقدس کتاب ہے جس نے رسول کی رسالت کو اعزاز بخشا اور جسکی برکت سے جنات و شیاطین کا آسمانوں پر جانا بند ہوا، قرآن وہ لازوال کتاب ہے جو صداقت و دیانت، بھلائی و خیر خواہی، بھائی چارگی و غم گساری، صلح و آشتی تواضع و

انکساری اور تقوی و پرہیز گاری کا درس دیتا ہے،قرآن وہ عظیم کتاب ہے جو کفر وشرک کے اندھیروں میں علم وعمل کا چراغ روشن کرکے پوری انسانیت کو زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھلاتا ہے،قرآن وہ لاجواب اور بے مثال کتاب ہے جسکی تلاوت سے انسان ہشاش بشاش رہتا ہے،جس کی تلاوت سے حافظہ مضبوط ہوتا ہے،جس کی تلاوت سے حلاوت ولذت اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے اور جس کی تلاوت سے قلب کا زنگ دور ہوتا ہے اور دل روشن ہوتا ہے،کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

جہاں میں انقلاب آیا ہے قرآں کی تلاوت سے
منور ہے جہاں قرآن کے نورِ صداقت سے

لہذا اے مسلمانو!

آج ہم سب یہ عہد کریں کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے قرآن کی تلاوت سے اپنے دلوں کو منور کرتے رہیں گے،قرآن کی تعلیمات سے اپنے بچوں کو وابستہ کریں گے اور دنیا کے کونہ کونہ میں جاکر قرآنی احکامات کی تبلیغ کریں گے، میں اس شعر کے ساتھ اپنی بات مکمل کرتا ہوں کہ

دنیا کے شاعروں کا دیوان پڑھ کے دیکھو
پھر اس کے بعد رب کا قرآن پڑھ کے دیکھو
آنکھیں بھی ہوں گی روشن دل بھی بنے گا گلشن
تم صرف ایک سورت رحمٰن پڑھ کے دیکھو

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نماز کے فضائل وفوائد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْنْ.وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنْ.وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنْ،مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أجْمَعِيْنْ.أمّا بَعْدْ!فَأعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ:اِنَّ الصَّلٰوةَ كانَتْ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ كِتابًامَّوْقُوْتًا.(سورۃالنساء:۱۰۳)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

قابل احترام بزرگواور دوستو!

آج میں آپ کے سامنے اسلام کی اس عظیم الشان عبادت کے فضائل وفوائد کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس پر اسلام کی پوری عمارت کی بنیاد ہے، جو اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک اہم ستون اور اسلام کے پانچ ارکانوں میں سے ایک اہم رکن ہے، یعنی میری گفتگو کا موضوع ''نماز کے فضائل وفوائد'' ہے۔

معزز سامعین کرام!

اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے، اوراس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اسلام کا سب سے اہم ترین رکن ہے، یہی وجہ ہے کہ ایمان کے بعد جس قدر نماز کی تاکید آئی ہے، اورقرآن وحدیث میں نماز پڑھنے کے جو فضائل اور نماز چھوڑنے پر جتنی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، کسی اور عمل کا اس قدر اہتمام کے ساتھ ذکر نہیں ملتا ہے، مثلاً سورۂ بقرہ میں ہے کہ نماز قائم کرو (یعنی نماز کو اسکے فرائض وواجبات، سنن ومستحبات اوروقت کی پوری پابندی کے ساتھ ادا کرو) زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، سورۂ نساء میں ہیکہ بیشک نماز مسلمانوں کے ذمہ مقررہ وقتوں میں فرض ہے، سورۂ روم میں

ہے کہ نماز قائم کرو اور ان لوگوں کے ساتھ شامل نہ ہو جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

قرآن پاک کے علاوہ بے شمار احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید اور اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، مثلا ایک حدیث میں ہے کہ تم جان بوجھ کر ہرگز نماز مت چھوڑنا، کیوں کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو وہ مذہبِ اسلام سے خارج ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والا عمل نماز ہے، تیسری حدیث میں ہے کہ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے فرض نمازیں چھوڑ دیں تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

محترم سامعین کرام!

قرآن مجید کی متعدد آیات میں نماز کے فضائل وفوائد کو بیان کیا گیا ہے، مثلا سورۂ بقرہ میں ہے کہ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور دوسری جگہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں، وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے، نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا، سورۂ نور میں ہے کہ نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحمتیں نازل ہوں۔

سورۂ مؤمنون میں ہے کہ وہ ایمان والے یقیناً کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں دلوں کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھتے ہیں، اور دوسری جگہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں، یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ وقت کی رعایت کرتے ہوئے پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں وہی لوگ وارث ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث بنیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور سورۂ عنکبوت میں ہے کہ بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

سامعین کرام!

آیات قرآنیہ کے علاوہ متعدد احادیث پاک میں نماز کی فضیلت واہمیت اور اس کے فضائل وفوائد نیز نمازی کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، کسی حدیث میں ہے کہ نماز حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تو کسی میں ہے کہ نماز مؤمنوں کی معراج ہے، کسی حدیث میں نماز کو دین کا ستون اور اس کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، تو کسی میں اس کو ایمان اور کفر کے درمیان فرق کرنے والا عمل بتایا گیا ہے، کسی حدیث میں یہ منقول ہیکہ نماز چہرہ کی رونق اور دل کا نور ہے، تو کسی میں یہ ہیکہ نماز بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، کسی حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے قبر میں نماز کو مسلمانوں کے دل کو بہلانے اور قبر کی تنہائی سے بچانے والی عبادت قرار دیا ہے، تو کسی میں نماز کو اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب، جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ قرار دیا ہے، الغرض! قرآن وحدیث میں نماز کے بے شمار فضائل وفوائد کو بیان کیا گیا ہے۔

لہذا اے ایمان والو!

آؤ ہم سب مل کر یہ وعدہ کریں کہ خوشی ہو یا غم، ٹھنڈی ہو یا گرمی، خلوت ہو یا جلوت، ہم کبھی بھی نماز نہیں چھوڑیں گے، ہم پنج وقتہ نمازوں میں بھی مسجدوں کو اسی طرح آباد کریں گے جس طرح جمعہ اور عیدین میں آباد کرتے ہیں، ان شاء اللہ!

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

روزہ کے انوار و برکات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنْ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنْ. أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنْ. (سورۃالبقرۃ:۱۸۳)

روزے کا اجر دے گا بندے کو رب تعالی
مولی کا روزہ دارو ! فرمان آ گیا ہے

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

آج میں آپ حضرات کے سامنے اسلام کی ایک اہم ترین عبادت اور اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک بنیادی رکن یعنی ''روزہ'' کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، جو ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر مخصوص شرائط کے ساتھ فرض ہے، مجھے امید ہے کہ آپ سب میری باتوں کو غور سے سنیں گے اور ان پر ان شاء اللہ عمل بھی کریں گے۔

حضراتِ گرامی!

روزہ اسلام کی وہ عظیم عبادت ہے جس کی فرضیت قرآن مجید، حدیث رسول، اجماعِ امت اور کئی عقلی دلائل سے ثابت ہے، اسکی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور اس کو بغیر عذر کے چھوڑنے والا سخت گنہ گار اور فاسق ہے، قرآن مجید کی مشہور سورت سورۂ بقرہ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو، اور حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار اپنی شہوت اور کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے،

روزہ جہنم سے ڈھال ہے، روزہ دار کے لیے دوخوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی، یقیناً روزہ دار کے منھ کی بو میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

روزہ وہ عبادت ہے جس کے متعلق رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ''ریّان'' ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں رہے گا، اور کہیں فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے سامنے جب کوئی بندہ کھاتا پیتا ہے تو فرشتے روزہ دار کے لیے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائے، اور کہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص ایمان کی حالت اور ثواب کی امید میں رمضان کا روزہ رکھے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور کہیں فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نیک عمل روزہ کے برابر نہیں ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کتب احادیث میں روزہ کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

فرزندانِ ملت!

روزہ دراصل اپنے خالق و مالک سے عشق و محبت اور تعلق کا مظہر ہے، روزہ میں اللہ تعالی سے محبت کا اظہار ہے کہ بھوک لگی ہوئی ہے اور کھانے کے اسباب بھی موجود ہیں، مگر حکمِ خداوندی کی وجہ سے روزہ دار ایک لقمہ تو دور، ایک دانہ بھی حلق سے نیچے نہیں اتارتا ہے، پیاس لگی ہوئی ہے، لب خشک ہو رہا ہے، پانی بھی مہیا ہے، مگر فرمانِ باری کی وجہ سے روزہ دار پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پیتا ہے۔

روزہ سے اللہ تعالی کا خوف و خشیت اور تقوی کی صفت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، روزہ رکھنے سے فرشتوں کی مشابہت اور ان کے قُرب کی نعمت حاصل ہوتی ہے، جسکے نتیجہ میں اشرف المخلوقات کی

صفات حاصل ہوتی ہیں اور جانوروں کی خصلت سے نجات ملتی ہے، نیز روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور نفسانی خواہشات کمزور اور سست پڑ جاتی ہیں، روزہ ایک ڈھال ہے جو روزہ دار کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے، روزہ ایک مضبوط قلعہ ہے جو روزہ دار کو جہنم کی آگ سے بچاتا ہے، روزہ شہوت کو توڑنے، آنکھوں کی حفاظت اور شرم گاہ کی پاکی کا اہم ذریعہ ہے، روزہ کی وجہ سے اپنی عاجزی محتاجگی اور اللہ تعالی کی بڑائی و بے نیازی کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے، روزہ رکھنے سے غریب محتاج، بے سہارا اور بیکس افراد کے بھوک پیاس کے درد کا احساس ہوتا ہے، جسکے نتیجہ میں شکر الہی کی توفیق ملتی ہے اور ان مسکینوں کے ساتھ خیر خواہی کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، الغرض! روزہ رکھنے کی وجہ سے روزہ دار کو بے شمار دنیوی اور اخروی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

پس اے مسلمانو!

اگر تم بھی ان فوائد کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم پر لازم ہے کہ روزہ کی حالت میں اپنے قلب کو عشقِ الہی اور محبتِ خداوندی سے معمور رکھو، اپنے ہونٹ کو کلامِ ربانی اور ذکرِ الہی سے تر رکھو، اپنی نگاہ کو فلم ڈرامے، اور ہر حرام شیء کی طرف دیکھنے سے محفوظ رکھو، اپنے کان کو چغلی، غیبت، گانا، گالم گلوج اور ہر حرام چیز کے سننے سے بچائے رکھو، اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت اور فحش گوئی و بدگوئی سے روکے رکھو اور اپنے پیٹ کو سحر و افطار کے وقت حرام لقمہ سے دور رکھو، الغرض! روزہ کی حالت میں اپنے ایک ایک عضو کو کارِ خیر میں مشغول رکھو اور کسی بھی عضو سے کسی بھی قسم کی برائی صادر نہ ہونے دو، تب جا کر روزہ کے یہ سارے فوائد تمہیں بھی حاصل ہوں گے، ورنہ بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آئیگا، اللہ تعالی ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

زکوۃ کے برکات وثمرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْنْ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنْ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أجْمَعِيْنْ. أمّا بَعْدْ! فَأعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: وَأقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ وَأطِيْعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنْ. (سورۃالنور:٥٦)

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

آج کی اس عظیم محفل میں اسلام کے اُس اہم فریضہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں جس کو بے شمار آیات میں نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور نماز کے ساتھ اُس عبادت کو بیان کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح بدنی عبادات میں نماز کا بلند مقام ہے، اُسی طرح مالی عبادات میں اُس کا مقام بلند ہے، یعنی آج کا میرا موضوعِ سخن ''زکوۃ کے برکات و ثمرات'' ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات بغور سماعت فرمائیں گے۔

حضرات گرامی!

زکوۃ وہ اہم عبادت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالی نے بار بار فرمایا ہے، کسی آیت میں اس کی اہمیت بیان کی ہے تو کسی میں زکوۃ دینے کا حکم بیان کیا ہے، کسی آیت میں اُسکی فضیلت بیان کی ہے تو کسی میں زکوۃ نہ دینے کی وعید سنائی ہے، مثلاً سورۂ نور میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحمتیں نازل ہوں، سورۂ انبیاء میں حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کرام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہم نے وحی کے ذریعہ انھیں نیک اعمال کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی تاکید کی تھی، اور یہ ہمارے عبادت گزار

بندے تھے،اور سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی تاکید کی ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں۔

سامعین کرام!

جولوگ زکوۃ فرض ہونے کے باوجود زکوۃ نہیں دیتے ہیں ان کے لیے قرآن و حدیث میں مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں، مثلا سورۂ آل عمران میں زکوۃ نہ دینے کی وعید بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جولوگ اُس مال میں بخل سے کام لیتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں بہت بری بات ہے، جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہوگا، قیامت کے دن وہی مال ان کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوۃ نہ ادا کرے، تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا، جس کی آنکھوں پر دوسیاہ نقطے ہوں گے، اور وہ سانپ اس کے گلے کا ہار ہوگا، وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

اس کے برعکس جولوگ اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور خوشدلی سے زکوۃ دیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ مختلف نعمتوں سے نوازتے ہیں، چنانچہ سورۂ لقمان میں ہے کہ زکوۃ دینے والے اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں اور کامیاب ہیں، سورۂ انفال میں ہے کہ زکوۃ دینے والے سچے مومن ہیں اور انکے لیے انکے رب کے پاس بڑے درجے ہیں، مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے، سورۂ بقرہ میں ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی آخرت میں خوف اور غم سے نجات کا باعث ہے، سورۂ مائدہ میں ہے کہ زکوۃ دینے والے ایمان والوں کے دوست ہیں، اور یہ بھی ہے کہ زکوۃ دینا

گناہوں کی معافی اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے، سورۂ توبہ میں ہے کہ زکوۃ دینے والے ہدایت یافتہ ہیں اور یہ بھی ہے کہ زکوۃ دینا اللہ تعالی کی رحمت کا باعث ہے۔

میرے عزیز دوستو!

وہ لوگ جو اپنی دولت کو نعمتِ الٰہی سمجھتے ہیں، اس کے حصول پر خدا کا شکر بجالاتے ہیں اور اس کی زکوۃ نکال کر معاشرہ کے نادار و مفلس افراد یعنی فقراء و مساکین کی مدد کرتے ہیں، یا مدارس کے غریب بچوں کی کفالت کرتے ہیں اللہ تعالی اس عمل کی برکت سے ان کے مال کو پاک وصاف کر دیتے ہیں اور ان کے رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں نیز اس عمل کے طفیل اُن میں اخوت و ہمدردی، رحم دلی اور جذبۂ تعاون جیسی اچھی صفات پروان چڑھتی ہیں اور حرص وطمع اور بخل جیسی بری صفات ختم ہوتی ہیں۔

تو آیئے! ہم سب مل کر یہ وعدہ کریں

ہم اپنے معاشرہ میں زکوۃ کی ادائیگی کا ایسا منظّم و مستحکم نظام بنائیں گے، ایسی کمیٹی تشکیل دیں گے جو ان شاء اللہ! ہر فقیر و مسکین کی مدد کرے گی، جو ہر محتاج اور بیکس کو خوشحال بنائے گی، جو ہر یتیم اور بیوہ کی دستگیری کرے گی، جو کمزوروں کی طاقت، بے سہاروں کا سہارا محتاجوں کی امید، لاچاروں کی آرزو اور ناامیدوں کے لیے امید کی کرن بنے گی، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھوں کو ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی اور اس عہد کی پاسداری کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سفر حج عشق الٰہی کا سفر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنْ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنْ. أمّا بَعْدْ! فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ: وَأتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہْ. (سورۃالبقرۃ:۱۹۶)

تمنا ہے کہ گلزارِ مدینہ اب وطن ہوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا

قابلِ احترام بزرگو اور دوستو!

آج کی اِس محفل میں اسلام کے اُس عظیم الشان رُکن اور اُس اہم عبادت کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں جسکے بغیر اسلام کی عمارت ناقص و نا تمام ہے، جس میں جسمانی مشقتوں اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ مال کا بھی نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے، جس کو انجام دینے کے بعد بندہ اپنے گناہوں سے اِس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، جس سے مشرف ہونے والے کو یہ اعزاز ملتا ہے کہ وہ قیامت کے دن چار سو گھرانے کے لیے شفاعت کرے گا، اِس سے میری مراد عشق و محبت کا سفر ''سفرِ حج'' ہے، جو عشق الٰہی اور سعادت و نیک بختی کا سفر ہے، جس کا تذکرہ روح کی غذا، قلب کے لیے سامانِ سکون اور مریضِ عشق کے لیے اِکسیر ہے، مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ سب مجھے بغور سنیں گے۔

قابل احترام رفقاءِ کرام!

حج اسلام کا اہم ترین رکن ہے، جو ہر اُس عاقل و بالغ آزاد مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے جو صحت مند ہوں اور گھر سے بیت اللہ تک آنے جانے کی قدرت رکھتے

ہوں، سورۂ آل عمران میں ہے ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ کہ جولوگ بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے واسطے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے، حدیثِ پاک میں ہے کہ جس شخص کے پاس حج کے سفر کا ضروری سامان ہو اور اس کو ایسی سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے، پس معلوم ہوا کہ اسلام میں حج کا فریضہ نہایت اہم فریضہ ہے جس کو جلد از جلد ادا کر لینا بہتر ہے اور اس کی ادائیگی میں سستی وکوتاہی کرنا بڑے نقصان کا باعث ہے۔

سامعین کرام!

سفرِ حج ؛جنسی، اخلاقی اور تہذیبی پاکیزگی کا ایک خدائی نصاب ہے، جس کی وجہ سے حاجی کے گناہ پورے طور پر مٹ جاتے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ حج اور عمرہ یہ دونوں حاجی سے فقر و فاقہ اور گناہوں کو اِس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح سے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل اور زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

سفرِ حج ؛ خانۂ خدا کے دیدار کا سفر ہے، اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کو اللہ کا مہمان بتایا ہے اور سفرِ حج میں وفات پانے کی صورت میں عظیم خوشخبری سنائی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ تین آدمی اللہ کے مہمان ہیں، ایک وہ جو سفرِ جہاد پر ہو، دوسرا وہ جو سفرِ حج پر ہو اور تیسرا وہ جو سفرِ عمرہ پر ہو، دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص حج کے لیے نکلے اور راستہ میں انتقال کر جائے تو اسکے لیے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا۔

سفرِ حج ؛عشق الٰہی اور محبتِ الٰہی کا سفر ہے، جس میں حاجی کے ہر عمل سے عشق و محبت، جاں نثاری، وارفتگی، فریفتگی، خودسپردگی اور شانِ فدائیت کا مکمل اظہار ہوتا ہے، مثلاً سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے کفن نُما لباس پہننا، چلتے پھرتے لبیک کہتے رہنا،

سخت دھوپ اور گرمی میں میدان عَرفات میں پڑے رہنا، مُزدلفہ اور مِنٰی کے صحراؤں کا چکر لگانا، جَمرات پر بار بار کنکریاں مارنا، زلفوں کو سنوارنے اور دراز کرنے کے بجائے چھوٹا کرنا، بیت اللہ کے اِردگرد مستانہ وار چکر لگانا، اور اس کے در و دیوار سے لپٹ کر آہ و زاری کرنا، حجر اسود کو چومنا، صفا و مروہ کا دیوانہ وار سعی کرنا، حالتِ احرام میں ننگے سر رہنا، اور اس دوران تیل اور خوشبو وغیرہ کا استعمال نہ کرنا؛ یہ سارے اعمال وہی ہیں جن کو صرف محبت کے دیوانے ہی انجام دیتے ہیں، اور ان امور کو حاجی اِس لئے کرتا ہے کیوں کہ وہ بھی خدا کی محبت میں فریفتہ اور اُن کے عشق میں دیوانہ ہوتا ہے۔

سامعینِ کرام!

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو نعمت جتنی بڑی ہوتی ہے اُس کی ناقدری اُسی قدر نقصان دہ بھی ہوتی ہے، پس جب حج کی نعمت سب سے بڑی نعمت اور حج کی سعادت سعادتِ عظمٰی ہے تو حاجی پر لازم ہے کہ وہ حج کے دوران اُن تمام آداب کی رعایت کرے جو اِس سفرِ سعادت کے لیے مطلوب ہیں، چنانچہ حاجی کو چاہئے کہ وہ سفر حج کے دوران حسنِ معاملہ اور حسنِ کردار کا مظاہرہ کرے، خوش گفتاری اور خوش کلامی کو اپنا وطیرہ بنائے، لڑائی جھگڑا اور بدکلامی سے دور رہے، اپنی نظروں کی خوب حفاظت کرے بلا اجازت کسی کا سامان نہ اٹھائے، الغرض! حج کے دوران کسی بھی عضو سے کسی طرح کا بھی گناہ اور جرم و خطا کا ارتکاب نہ کرے، تب جا کر اس کا حج مقبول ہوگا اور اسے حج کے فوائد حاصل ہوں گے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور حج کے دوران شہوت والی بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کیا تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھوں کو دیارِ مقدس کی حاضری نصیب فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

قربانی کا پس منظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْنْ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنْ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أجْمَعِيْنْ. أمَّا بَعْدْ! فَأعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الأنْعَام. (سورة الحج: ۳٤)

رسمِ قربانی ہے باقی اٹھ گیا عشقِ خلیل
ایسی قربانی سے کیا خوش ہوگا وہ ربِ جلیل

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

آج کی اِس پرنور مجلس میں، میں مذہبِ اسلام کی اُس عظیم عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے اُس اہم شعار کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو عشق و محبت کی اس لازوال داستان کی یادگار ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز و قاصر ہے، جو خدا کی محبت میں ڈوبے ہوئے ان باپ بیٹوں کے جذبۂ ایمانی کی نشانی ہے جو خدا کی محبت میں اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے، جو خلوص و للّٰہیت کے ان پیکر ہستیوں کی تصویر ہے جنہوں نے اس فانی دنیا میں وہ اَنمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو قیامت تک کی انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں، یعنی میرا موضوعِ سخن ''قربانی کا تاریخی پس منظر'' ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ سب میری باتوں کو غور سے سنیں گے۔

معزز سامعین کرام!

عیدالاضحیٰ کے موقع سے امت محمدیہ کے صاحبِ استطاعت افراد کے لیے قربانی کی شکل میں جو عبادت مشروع ہوئی ہے، وہ درحقیقت دو جلیل القدر انبیاء کرام حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ایک بے نظیر، بے مثال اور لازوال واقعہ کی

یادگار ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو ۸۶/سال کی عمر میں حضرت ہاجرہ کے بطن مبارک سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام انہوں نے اسماعیل رکھا، جب اسماعیل اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو حضرت ابراہیم نے آٹھویں ذی الحجہ کو یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کررہے ہیں، آپ نے اسکی یہ تعبیر نکالی کہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی ہے، چنانچہ آٹھویں ذی الحجہ کو آپ نے کچھ اونٹوں کی قربانی پیش کی، پھر نویں ذی الحجہ کو بھی یہی خواب دیکھا، اس دن بھی آپ نے یہی تعبیر نکالی اور مزید کچھ اونٹوں کی قربانی پیش کی، پھر جب دسویں ذی الحجہ کو بھی یہی خواب دیکھا تو آپ سمجھ گئے کہ خدا کا حکم یہ ہیکہ میں اسماعیل کی قربانی دوں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں، اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، حضرت اسماعیل کا جواب سن کر حضرت ابراہیم انہیں قربان گاہ (منیٰ) لے گئے، وہاں جاکر انہیں پیشانی کے بل لٹادیا اور گردن پر چھری رکھ کر ان کو ذبح کرنا چاہا، لیکن چھری اس قدر کُند ہوچکی تھی کہ حضرت اسماعیل کی رگیں بالکل نہیں کٹ رہی تھیں۔

اسی درمیان غیب سے یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں، بلاشبہ یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا، اس کے بعد حضرت جبرئیل ہابیل کے مینڈھے کو لیکر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے ابراہیم! آپ کو اللہ تعالی نے اسماعیل کے بدلہ اس مینڈھے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ نے اس مینڈھے کو ذبح کردیا۔

اللہ تعالی کو یہ عمل اتنا پسند آیا، اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالی نے امت محمدیہ کے مالدار افراد کے لیے اس عمل کو جانوروں کی قربانی کی شکل میں واجب قرار دیا، حدیث پاک

میں حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قربانی کی کیا حقیقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے والد حضرت ابراہیم کی سنت ہے، صحابۂ کرام نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے اس میں کیا فائدہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، صحابۂ کرام نے پھر عرض کیا کہ دنبہ اور بھیڑ کے بال کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بدلہ میں بھی ایک نیکی ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی کا کوئی بھی عمل جو قربانی کے دن کیا جائے اللہ تعالی کے نزدیک جانور کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، بلاشبہ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کو لیکر آئے گا، یقیناً جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالی کے نزدیک مقبول ہو جاتا ہے، لہذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

سامعین کرام!

قربانی کا مقصد محض جانور ذبح کرنا اور گوشت خوری سے اپنے معدے کو بوجھل کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم جانور کی قربانی کے ساتھ اپنی خواہشات کی بھی قربانی پیش کریں، حکمِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں، مخلوق کی رضاء کے بجائے خالق کی رضاء کے لیے کوشاں رہیں، اپنی محبوب چیزوں کو خدا کے لیے قربان کرنے میں پس و پیش نہ کریں اور جس طرح ہم قربانی کے جانور کو تمام عیوب و نقائص سے محفوظ رکھتے ہیں اسی طرح اپنے آپ کو بھی اخلاق رذیلہ سے پاک اور صفات حمیدہ سے متصف رکھیں گے، اللہ تعالی ہمیں مقاصد قربانی کو سمجھنے اور اس عظیم عبادت کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

صحابہ کے فضائل ومناقب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْنْ.وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنْ.وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ،مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنْ.أمَّا بَعْدْ!فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:أولٰئِکَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی،لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ أجْرٌ عَظِیْمٌ.(سورۃ الحجرات:۳)

صحابہ کے تقدس پر فدا ہونا سعادت ہے
صحابہ کا سپاہی بَرملا ہونا سعادت ہے
صحابہ باخدا بھی تھے صحابہ باوفا بھی تھے
تو ایسوں کی محبت میں فنا ہونا سعادت ہے

قابل احترام رفقاء کرام!

آج کی اس مجلس میں آپ حضرات کے سامنے میں ان مقدس ہستیوں کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں، جو اس روئے زمین پر انبیاء کرام کے بعد سب سے معزز ومحترم اور سب سے معظم ومکرم ہیں، اُن نفوسِ قدسیہ کے فضائل ومناقب کو بیان کرنا چاہتا ہوں جن کے متعلق خود قرآن یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، ان قدسی صفات اشخاص کے تذکرے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں جن کے بارے میں خود اللہ تعالی یہ فرماتے ہیں کہ یہ کامیاب لوگ ہیں، یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں یہ سچے لوگ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالی نے تقوی کے لئے خالص کرلیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے، مغفرت اور اجرِ عظیم ہے، یعنی میرا موضوعِ سخن ''صحابہ کے فضائل ومناقب'' ہے۔

بزرگو اور دوستو!

صحابۂ کرام اس روئے زمین کی وہ مقدس اور مبارک ہستیاں ہیں، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر اُس وقت لبیک کہا، جب اسلام کی حمایت میں قدم اٹھانے والا کوئی نہیں تھا، یہ وہ مقدس لوگ ہیں جنہوں نے ایسے پُر آشوب دور میں راہِ اسلام کو اپنایا، جب مسلمانوں کو اسلام لانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا تھا اور سخت دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر ننگے جسم کو لوہے سے داغا جاتا تھا یہ وہ باوفا لوگ ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں اُس وقت اپنی جان مال اور آل و اولاد کا نذرانہ پیش کیا، جب شریعت اسلامیہ کی بنیاد رکھی جارہی تھی، یہ آسمانِ ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں جنہوں نے اسلام کے آفاقی اور ابدی پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے، قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے اور پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ تاریخ انسانی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

صحابہ کی انہیں جاں نثاریوں اور قربانیوں کے صلہ میں اللہ اور اس کے رسول نے انہیں مختلف انعامات سے نوازا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن سے راستے کی تلاش کی جاتی ہے، پس تم میرے صحابہ میں سے جس کے بھی قول کو اختیار کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے، دوسری حدیث میں ہیکہ میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا، انہیں تکلیف دہ باتوں کے ذریعہ نشانہ مت بنانا، کیونکہ جس نے صحابہ سے محبت کی، اس نے گویا مجھ سے محبت رکھنے کے سبب ان سے محبت کی، اور جس نے صحابہ کے ساتھ بغض رکھا، اس نے گویا مجھ سے بغض رکھنے کے سبب ان سے بغض رکھا، جس نے صحابہ کو تکلیف پہنچائی، اس نے گویا مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، گویا اس نے اللہ تعالی کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالی کو تکلیف پہنچائی تو عنقریب اللہ تعالی اس کی گرفت کریں گے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

صحابہ کی محبت اصل میں ہے عشقِ شاہِ دیں
یقیناً عاشقِ خیر الوری ہونا سعادت ہے

تیسری حدیث میں ہیکہ لوگوں میں میرے صحابہ کی مثال ایسی ہے، جیسے کھانے میں نمک کی مثال، کیا کھانا بغیر نمک کے عمدہ ہوسکتا ہے، چوتھی حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو، جو میرے صحابہ کو برا کہے اس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ ایسے شخص کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کریں گے۔

لیکن افسوس صد افسوس!

کہ وہ مقدس ہستیاں جنہیں قدرت کی طرف سے عقیدے کی پختگی، اعمال کی صحت وخوبی اور صلاح وتقوی کی عمدگی کی سند ملی ہوئی تھی، وہ ہستیاں جو حسنِ ایمان، حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق میں سب سے بڑھ کر تھیں، وہ ہستیاں جنہیں نبی اکرم ﷺ کی صحبت، نصرت اور اعانت کی سعادت ملی تھی، وہ ہستیاں جن سے محبت کو امام طحاوی نے دین، ایمان اور احسان قرار دیا اور جن سے بغض کو کفر، نفاق اور سرکشی قرار دیا، آج ان مقدس ہستیوں کی فضیلت کا اعتراف کرنے کے بجائے انہیں بالکل اپنے جیسا خیال کیا جاتا ہے، ان کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے انہیں مطعون کیا جاتا ہے، ان کے اخلاق وعادات کو اپنانے کے بجائے ان کی کردار کشی کی جاتی ہے، یادرکھیں! جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کا ایمان خطرہ میں ہے اور وہ قیامت کے دن بڑے خسارہ میں ہوں گے، اللہ تعالی ہمارے قلوب کو عظمتِ صحابہ اور حُبِّ صحابہ سے بھر دے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حسنِ اخلاق اور اخلاق نبوی

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ.أمّا بَعْدْ!فَأَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (سورۃالقلم:٤)

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

معزز سامعین کرام! حاضرین مجلس!

معاشرتی اور سماجی زندگی میں حسنِ اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اہمیت کسی بھی عمل کو حاصل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم اور اس کی دعوت وتبلیغ کو اپنی بعثت کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ میری بعثت ہی اس لیے ہوئی ہے کہ میں حیاتِ انسانی میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں اور اسے کمال اور عروج پر پہنچاؤں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا وہ نمونہ پیش کیا کہ قرآن مجید آپ ﷺ کے متعلق کہتا ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ یقیناً آپ اخلاق کے اعلی درجہ پر ہیں۔

سامعین کرام!

قرآن وحدیث میں متعدد مقامات ایسے ہیں جن میں کسی مقام میں حسنِ اخلاق کی تاکید کی گئی ہے تو کسی مقام میں بااخلاق شخص کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، مثلا سورۂ اعراف میں ہے کہ اے پیغمبر! معافی کو اختیار کیجیے، بھلی باتوں کا حکم کیجیے اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دیجیے، سورۂ لقمان میں ہے کہ تمہیں جو تکلیف پیش آئے اس پر صبر کرو، بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے، سورۂ آل عمران میں ہے کہ جو لوگ غصہ کو پی جانے

اور لوگوں کو معاف کرنے کے عادی ہیں، اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے، سورۂ نور میں ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ وہ معافی اور درگزر سے کام لیں، کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے، اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

نیز جب ہم حدیث پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بھی جا بجا حسن اخلاق کا ذکر ملتا ہے، کسی حدیث میں ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور کسی میں ہے کہ تم سب میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے، اور کسی میں ہے کہ مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

محترم سامعین!

قرآن، حدیث اور کتب تصوف کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن اخلاق کامل ایمان کی پہچان، اسلام اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز، جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ اور اللہ تعالی کی خوشنودی کا باعث ہے، حسن اخلاق وہ قیمتی زیور ہے جس سے آراستہ ہونے والے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہونے کی بشارت اور روز محشر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کی خوش خبری دی گئی ہے، حسن اخلاق وہ قیمتی جوہر ہے جس کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور اس کو کمال ایمان کا معیار قرار دیا گیا۔

حسن اخلاق وہ عظیم جوہر ہے جس کے ذریعہ معاشرے میں آپسی بھائی چارہ، اتحاد واتفاق، پیار ومحبت، عفو ودرگزر، رفق ونرمی اور توافق وہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، حسن اخلاق ہی کے ذریعہ آپسی اختلاف وانتشار، باہمی چپقلش ورنجش، نفرت وبعد، بڑی سے بڑی عداوت ودشمنی، بغض وکینہ اور ہر طرح کے اختلافات دور کیے جاتے ہیں، حسن اخلاق درحقیقت انسان کا زیور اور اس کا حسن وخوبصورتی ہے، حسن اخلاق ہی کے ذریعہ اجتماعی

وانفرادی زندگیوں میں توازن اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے، حسن اخلاق اور حسن سلوک انسانی زندگی کا قیمتی سرمایہ اور عظیم اثاثہ ہے، اسی وجہ سے بااخلاق انسان خالق اور مخلوق دونوں کی نگاہوں میں محبوب اور منظور نظر ہوتا ہے۔

معزز رفقاء کرام!

حسن اخلاق کی اسی اہمیت وفضیلت کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے نزدیک حسن اخلاق کی اتنی اہمیت تھی کہ آپ اپنے لیے حسنِ اخلاق کی دعائیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! تو نے میری بناوٹ کو سنوارا ہے تو میرے اخلاق بھی سنوار دے نیز بدخلقی اور برے اخلاق سے بچنے کی بھی توفیق مانگتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات سے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے رسول اکرم ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور امت محمدیہ کیلئے آپ کی پوری زندگی کو اخلاقِ حسنہ، حسنِ معاشرت، اور حسن سلوک کا اسوہ اور نمونہ قرار دیا، احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ انصاف پسند، سب سے زیادہ پاکدامن اور سب سے زیادہ سخی تھے، یہاں تک کہ کوئی رات ایسی نہیں آتی جس میں آپ ﷺ کے پاس کوئی درہم یا دینار بچا ہوتا، یعنی رات آنے سے ہی پہلے سب کچھ خرچ کر ڈالتے تھے، اور اگر کبھی کچھ درہم یا کچھ دینار بچ جاتا اور اسی حالت میں رات آجاتی تو آپ ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جبتک کہ اسے کسی ضرورت مند آدمی کو دیکر فارغ نہ ہو جاتے تھے۔

آپ ﷺ اتنے باحیا تھے کہ اپنی نظریں کسی کے چہرے پر نہیں جماتے تھے، خود ہی اپنا نعل مبارک سی لیتے، کپڑوں میں پیوند خود ہی لگالیا کرتے، گھریلو کام کاج میں بیویوں کا تعاون فرماتے، غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول فرماتے، ہدیہ قبول

فرماتے، خواہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ران ہی کیوں نہ ہو، باندیوں اور مسکینوں کی حاجت روائی میں تکبر نہیں فرماتے۔

آپ ﷺ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے، بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے، فقراء کے ساتھ بیٹھتے، مسکینوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، مزاح فرماتے لیکن سچ بولتے، ہنستے لیکن قہقہہ نہ لگاتے، با اخلاق لوگوں کی عزت کرتے، کسی پر ظلم نہ کرتے، معذرت خواہ کا عذر قبول فرماتے، کسی کو حقیر نہ جانتے اور نہ ہی کسی پر برتری اختیار فرماتے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں تمام محاسن اور خوبیاں جمع کردی تھیں۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

نہ ایسی زلفیں نہ ایسا چہرہ نہ یوں کسی پہ شباب ہوگا
جواب ہوں گے سبھی کے لیکن نہ مصطفیٰ کا جواب ہوگا

اخیر میں یہ عرض ہے کہ

اگر ہم نبی اکرم ﷺ کے سچے نام لیوا اور ان کے حقیقی عاشق ہیں، تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے اخلاق وکردار کو خوب سنواریں اور نکھاریں، لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ہنستے اور مسکراتے ہوئے ملیں، ان سے شفقت ومحبت کا برتاؤ کریں، ان کے ساتھ رَواداری اور بردباری کا معاملہ کریں، ان کی ناپسندیدہ باتوں اور حرکتوں پر صبر کریں، پڑوسیوں اور ہم نشینوں کے حقوق کا مکمل خیال رکھیں، برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی عادت بنائیں، تاکہ ہم اپنے اعلی اخلاق وکردار اور اچھے برتاؤ کی وجہ سے خالق ومخلوق دونوں کی نگاہ میں محبوب بن جائیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بلند اخلاق والا بنائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اتحاد و اتفاق کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِوَلِيِّهٖ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهٖ. أمّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيْمْ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا. (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالی نے تمام مسلمانوں کو ایک امت بنایا ہے، ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے، ایک کتاب یعنی قرآن مقدس کو ان کی زندگی کا دستور بنایا ہے اور ایک آخری نبی یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ جسم کے اعضاء کی طرح متحد اور معاون بن کر رہیں، اور آپسی اختلاف و انتشار، تفرقہ و تنازع اور باہمی جنگ و جدال سے کوسوں دور رہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس!

کہ آج مسلمانوں کے اندر نفرتوں اور عداوتوں کا بازار گرم ہے، کوئی اپنے آپکو سنی کہتا ہے تو کوئی شیعہ، کوئی اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہے تو کوئی بریلوی، کوئی اپنے آپ کو شورائی کہتا ہے تو کوئی مرکزی! جس کی وجہ سے مسلمان ذلت و رسوائی کے ایسے دلدل میں پھنس چکا ہے جس سے نکلنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، اور اسی اختلاف و انتشار کا یہ نتیجہ ہیکہ آج کہیں مسلمانوں کی مسجدوں کو توڑا جا رہا ہے تو کہیں مدرسوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، کہیں مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلایا جا رہا ہے تو کہیں انکی دکانوں کو جلایا جا رہا ہے، کہیں مسلمانوں کی جان پر حملہ ہو رہا ہے تو کہیں انکی عزت نفس کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

قابل احترام رفقاء کرام!

اسلام میں اتحادِ امت اور اجتماعیت کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی بھی فردِ بشر سے مخفی نہیں ہے، خود قرآن مجید کی کئی آیات میں اس کی اہمیت وضرورت پر زور دیا گیا ہے اور اختلاف وانتشار کے عمومی نقصانات کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ کسی آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، تو کسی میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی، کسی آیت میں مومن مرد اور مومن عورتوں کو آپس میں ایک دوسرے کا مددگار بننے کا حکم دیا گیا ہے، تو کسی آیت میں مومن کو مومن کا بھائی قرار دیکر اتحاد واتفاق کی عمومی دعوت دی گئی ہے۔

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان جب تک اللہ تعالی کے حکم پر عمل کرتے رہے اور آپس میں متحد اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن کر رہے، اُس وقت تک وہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے، فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے رہے، قیصر وکسری جیسی طاقت کو شکست دیتے رہے، دشمنوں پر ان کا رعب ودبدبہ قائم رہا، اور بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرسکی۔

لیکن آہ!

جب مسلمان اللہ تعالی کے حکم کو نظر انداز کر کے قبائلی عصبیت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے دست وگریباں ہو گئے، باہمی اختلاف وانتشار اور لڑائی جھگڑے کا راستہ اختیار کرلیا، اجتماعیت و وحدت اور یکجہتی کو پارا پارا کر دیا، فضول بحث وتکرار اور آپسی ضد کی بناء پر سینکڑوں جماعتوں اور گروپوں میں تقسیم ہو گئے، تو پھر تباہی و بربادی اور ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن گئی، جس مسلمان سے قیصر وکسری جیسی قوت بھی ٹکرانے کی ہمت نہیں کرتی تھی اور نام سن کر ہی تھر تھر کانپنے لگتی تھی اس کو اسرائیل جیسی حقیر اور

ذلیل قوم بھی آنکھیں دکھانے لگی، وہ مسلمان جس کی عزت وشوکت کے نقوش اندلس اور بغداد کے چپہ چپہ پر قائم تھی اور جہاں سینکڑوں سالوں تک مسلمانوں نے حکومت کی تھی، مگر آپسی اختلاف وانتشار کی بنیاد پر وہاں سے ذلیل ونامراد ہوکر تہذیب وتمدن کے آثار چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔

لہذا اے مسلمانو!

ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ! ہوش میں آجاؤ، غفلت کے پردہ کو چاک کردو اور یاد رکھو! کہ اتحاد کی ضرورت جس قدر پہلے تھی اُس سے کہیں زیادہ اِس وقت اُس کی ضرورت ہے، اپنے آپسی اختلاف اور فروعی مسائل کے جھگڑے کو بھلا کر کلمہ کی بنیاد پر ایک ہوجاؤ، اتحاد واتفاق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو، کیوں کہ اتحاد واتفاق ہی کامیابی وکامرانی کی کنجی ہے، اتحاد واتفاق ہی کے ذریعہ کسی بھی قوم کو عروج واقبال حاصل ہوتا ہے، اتحاد و اتفاق ہی سے دشمنوں پر رعب ودبدبہ طاری ہوتا ہے، اتحاد واتفاق ہی سے زندگی میں امن وسکون قائم رہتا ہے، اتحاد واتفاق ہی سے ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، الغرض! اتحاد واتفاق ہی ملک اور معاشرہ کی تعمیر میں اہم اور کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ میں اپنی تقریر کو اس شعر کے ساتھ مکمل کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حَرَمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی جو ہوتے مسلمان بھی ایک

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اصلاحِ معاشرہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ.أمّا بَعْدُ!فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:وَ أنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الاقْرَبِیْنْ.(سورۃ الشعراء:٤ ٢١)

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

معزز سامعین کرام!

اسلام ایک اجتماعی اور آفاقی دین ہے،جس میں فرد یعنی اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ پوری امت کی بھی اصلاح مقصود ہے،اسی وجہ سے اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو ایک آیت میں اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو ڈرانے اور دوسری آیت میں پوری انسانیت کو ڈرانے اور ان تک احکامِ خداوندی کو پہنچانے کا حکم دیا ہے، نیز اللہ تعالی نے ایمان والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ خود بھی جہنم کی آگ سے بچیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی جنم سے بچانے کی فکر کریں،ان آیات سے یہ معلوم ہوتاہیکہ مسلمان کے لیے صرف اُس کا پابندِ شریعت ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ اُس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال،اپنے اہل خانہ،اپنے عزیز واقارب،اپنے دوست واحباب،اپنے اہلِ محلّہ، بلکہ تمام مسلمانوں کو پابندِ شریعت بنانے کی فکر کرے۔

لیکن ہم میں سے اکثر حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں تو وہی ہمارے لئے کافی ہے، ہمارے معاشرہ کا کوئی فرد اگر بے دین یا گمراہ ہورہا ہے تو اس میں نہ تو ہمارا کوئی قصور ہے اور نہ ہی اسکے تعلق سے ہماری کوئی ذمہ داری بنتی ہے، حالاں کہ آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص

برائی دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی قدرت نہ ہوتو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہوتو اپنے دل سے اسکو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہم پر نماز، روزہ، زکوۃ اور حج و دیگر عبادات فرض ہے، اسی طرح یہ بھی فرض ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی فکر کریں۔

قرآن میں اس امت کے بارے میں واضح طور پر یہ ارشاد ہے کہ تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے وجود میں لائی گئی ہو، تم نیکی کی تلقین کرتی ہو، برائی سے روکتی ہو اور اللہ پر ایمان رکھتی ہو، اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو ایمان وعقیدہ کی درستگی کے ساتھ خود بھی نیک اعمال کرتے ہوں اور معاشرہ میں بھی اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی فکر کرتے ہوں، بہترین لوگ وہ ہیں جو خود بھی پابندِ شریعت اور متبعِ سنت ہوں، اور دوسروں کو بھی اسکی تعلیم دیتے ہوں، بہترین لوگ وہ ہیں جن کے خود کے اخلاق و عادات اور عبادات و معاملات بھی اچھے ہوں اور دوسروں کے اخلاق و عادات کو بھی سنوارنے کی فکر کرتے ہوں۔

ذی وقار سامعین کرام!

اس وقت مسلم معاشرہ کی جو صورتِ حال ہے وہ کسی بھی فرد بشر سے پوشیدہ نہیں ہے، معاشرہ کی برائیوں کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ مسلم معاشرہ ہے، ہر قسم کی برائی اب مسلم معاشرہ میں بھی پائی جارہی ہے، جھوٹ، غیبت، طعن وتشنیع اور الزام تراشی کا بازار گرم ہے، نشلی اشیاء کا استعمال عام ہو چکا ہے، چوک چوراہوں پر کھلے عام جوا کھیلا جارہا ہے، نوجوان طبقہ سوشل میڈیا پر اپنی زندگی کو تباہ و برباد کررہا ہے، قوم کی مسلم بیٹیوں میں بے حیائی، فحاشی اور عریانیت اپنے عروج پر ہے، شادی کے موقع پر فضول

خرچی، تلک جہیز اور لایعنی رسوم میں پوری مسلم قوم اور پورا مسلم معاشرہ ملوث ہے، الغرض! مسلم معاشرہ میں فساد اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہے، جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ بے چینی و پریشانی ذلت ورسوائی اور زبوں حالی میں مبتلا ہے۔

لہذا!

ان حالات میں تمام مسلمانوں اور خاص طور پر علماء کرام، ائمۂ مساجد، متولیانِ مسجد، بستی اور برادری کے باشعور افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہیکہ معاشرہ کی اصلاح کے لیے خود بھی محنت کریں اور اس سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کے ساتھ عملی اور فکری تعاون پیش کریں، تاکہ ان کی محنت وکوشش سے ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آئے جس میں نیکیوں کا بول بالا ہو، جس میں عقیدہ وعمل کی پختگی ہو، جس میں اتحاد واتفاق ہو، جس میں ایثار وقربانی ہو، جس میں ہمدردی وغم گساری ہو، جس میں متانت وسنجیدگی ہو۔

ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس میں شرم وحیا اور عفت و پاکدامنی ہو، جس میں تقوی وطہارت ہو، نظافت ونزاہت ہو، جس میں مسرت وشادمانی ہو، سکون وطمانینت ہو، جس میں حق پرستی وحق شناسی ہو، حق گوئی وبیباکی ہو، جس میں سخاوت ودریادلی ہو، جرأت وہمت ہو، جس میں امانت ودیانت ہو، شفقت ورحمت ہو، جس میں ایفاء عہد ہو، خوف خدا ہو، امن وامان ہو، اور جس میں صلابت ایمان، قوت ارادی اور سلامتی فکر ہو، الغرض! ایسا معاشرہ وجود میں لانے کی ضرورت ہے جو اسلامی اور مثالی ہو۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھوں کو مثالی معاشرہ کی تشکیل میں اہم رول ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

علم کی اہمیت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْنْ.وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنْ.وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ،مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنْ.أمَّا بَعْدْ!فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات.(سورۃ المجادلہ:۱۱)

علم دل کا سرور ہوتا ہے ، چشم بینا کا نور ہوتا ہے
علم سے رنج وغم دور ہوتا ہے ، دل کو حاصل سرور ہوتا ہے

محترم سامعین کرام!

آج میں آپ کے سامنے اس اہم اور عظیم عمل کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، جس کی دعوت اسلام کی پہلی وحی اور خدا کے پہلے پیغام میں ہی پوری انسانیت کو دی گئی ہے، جو ہماری بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت ہے، جس کے بغیر ہمارا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، جو ہر قوم اور معاشرہ کے لئے باعث اعزاز اور لائق افتخار ہے، یعنی میرا موضوع سخن ''علم کی اہمیت وفضیلت'' ہے۔

قابل احترام رفقاء کرام!

علم کی اہمیت اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کی پہلی آیت میں اللہ تعالی نے پوری انسانیت کو جس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اے لوگو!تم ایک خدا پر ایمان لاؤ اور شرک مت کرو، وہ یہ نہیں ہے کہ اے لوگو!تم نبوت ورسالت کا اقرار کرو اور محمد ﷺ کو آخری نبی مانو، وہ یہ نہیں ہے کہ اے لوگو! تم تقدیر اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ، وہ یہ بھی نہیں ہے کہ اے لوگو! تم قتل وغارت گری، ظلم وتشدد اور حسد وکینہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو، بلکہ اس آیت میں جس چیز کی طرف متوجہ کیا گیا ہے وہ

تعلیم و تعلم ہے، ارشادِ ربانی ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقْ، خَلَقَ الاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ، اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. (سورۃ العلق: ۱-۴)

پڑھئے اپنے اس رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔

اسلام کی اس پہلی وحی اور پہلے پیغام میں اللہ تعالی نے پوری انسانیت کو علم سیکھنے کی طرف اس لیے متوجہ کیا ہے، کیوں کہ

علم ہی وہ جوہر ہے جو انسان کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، علم ہی کی بدولت کوئی بھی قوم دنیا میں قیادت کے منصب کو حاصل کرتی ہے، علم ہی سے عقل و شعور کی سطح اونچی ہوتی ہے، علم ہی سے انسان کا اخلاقی معیار بھی بلند ہوتا ہے، علم ہی وہ سرچشمہ ہے جس سے تمام بھلائیاں پھوٹتی اور تمام برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

علم ہی وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کو یہ مقام حاصل ہوا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں، علم ہی کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام غلامی کی زنجیر سے نکل کر مصر کے تخت پر فائز ہوئے، علم ہی کی وجہ سے اللہ کے ایک ولی حضرت خضر کو اللہ کے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسی علیہ السلام کا استاذ بننے کا شرف حاصل ہوا، اور علم ہی وہ نعمت ہے جو اللہ تعالی نے اپنے حبیب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تو اس کو فضل عظیم قرار دیا۔

علم ہی وہ گوہر ہے جس کے حصول کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کی تلاش میں نکلے تو وہ اللہ کے راستے میں ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹ کر آجائے، اور کہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان کردیتے ہیں، اور کہیں فرماتے ہیں کہ

جو شخص علم حاصل کرے تو اس کے گزشتہ صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
سامعین کرام!
علم ایک ایسی روشنی ہے جو اندھیرے میں بھٹکنے والے کی صحیح رہنمائی کرتی ہے، علم ایک ایسی خوشبو ہے جو انسان کے ذہن ودماغ کو ہمیشہ معطر رکھتی ہے، علم ایک ایسی موتی ہے جس کی چمک کبھی ماند نہیں پڑتی ہے، علم ایک ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں ہے، علم وہ دولت ہے جو انسان کو زندگی بھر کے لیے مالا مال کر دیتی ہے، علم وہ ڈھال ہے جو جہالت سے انسان کی حفاظت کرتی ہے، علم انبیاء کرام کی وراثت ہے اور علم ہی کی بدولت انسان راہِ حق پر گامزن رہ سکتا ہے۔
لہذا آیئے! ہم سب مل کر یہ وعدہ کرتے ہیں کہ
ہمارے پاس رہائش کے لئے گھر ہو یا نہ ہو، زندگی بسر کرنے کے لئے مال و دولت ہو یا نہ ہو، تن چھپانے کے لئے کپڑا ہو یا نہ ہو، ہم جس حال میں بھی رہیں اور جن تکالیف سے بھی دوچار رہیں، ہم اپنے اور اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کی ضرور فکر کریں گے، انہیں اعلی سے اعلی تعلیم دلائیں گے اور ان کے مستقبل کو تابناک بنائیں گے، میں اس شعر کے ساتھ اپنی تقریر مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علم نافع عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مدارس کی روشن تعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ. (سورة الفاطر:۲۸)

اجالا علم کا پھیلا تو ہے چاروں طرف یارو
بصیرت آدمی کی کچھ مگر کم ہوتی جاتی ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

آج پوری دنیا میں ایک سوچی سمجھی سازش اور منظّم پلاننگ کے تحت عام لوگوں کے دلوں میں یہ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کی جارہی ہیں کہ مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈے ہیں، جہاں ایسے طلباء تیار کیے جاتے ہیں جو دہشت گرد ہوتے ہیں، بم دھماکے کرتے ہیں، مندروں کو توڑنے کی ترغیب دیتے ہیں، نفرت کا پاٹھ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور ہندو عورتوں کو اپنے دام فریب میں کر کے ان کی عصمت وعفت کو تارتار کرتے ہیں، یہ اور اس قسم کے بہت سے الزامات ہیں جو سماج دشمن عناصر مدارس اسلامیہ پر ہمیشہ لگاتے رہتے ہیں۔

چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اِس پرنور محفل اور پر رونق بزم میں مختصر وقتوں میں انہیں الزامات کا جواب دوں اور آپ کو بتاؤں کہ یہ سب الزامات بے بنیاد اور محض افواہ ہیں جو مسلمان اور دین اسلام کو بدنام کرنے کے لیے فرقہ پرست عناصر کی جانب سے لگائے جاتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے بغور سنیں گے اور مدارس کے متعلق پھیلائے جارہے جھوٹے پروپیگنڈوں کو بے نقاب کریں گے۔

سامعین کرام!

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مدارس دہشت گردی کے اڈے نہیں، بلکہ اسلام کے مضبوط قلعے ہیں، جہاں معرفت الٰہی کی کرنیں پھوٹتی ہیں، جہاں علوم نبوت کی شعائیں جگمگاتی ہیں، جہاں کفر وشرک کی تاریکی کا قَلع قَمع کیا جاتا ہے، جہاں ایسے افراد تیار کیے جاتے ہیں جو باطل کی تیز وتُند آندھیوں کے خلاف صف آراء ہوکر ان کا مقابلہ کرتے اور ان کی جڑ کو اکھاڑ پھینکتے ہیں، جہاں امن وشانتی اور صلح وآشتی کا درس دیا جاتا ہے، جہاں اخلاق ومروت کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں، جہاں عورتوں کی عفت وعصمت اور ان کے تحفظ کا پیغام دیا جاتا ہے، اور جہاں انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مگر جن کے قلوب مردہ ہو چکے ہیں، جن کے کان حق سننے سے بہرے ہو چکے ہیں، جن کی آنکھیں صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح دیکھنے کی عادی ہو چکی ہیں، جن کے خیالات فرسودہ ہو چکے ہیں، جن کی زبان حق کے اعتراف سے گونگی ہو چکی ہیں، انہیں یہ سب چیزیں دکھائی نہیں دیتی ہیں۔

یہ لوگ اگر جان بوجھ کر مدارس اسلامیہ کو بدنام کر رہے ہیں تو ان سے مجھے کچھ نہیں کہنا، کیوں کہ چمگادڑ کی ملامت سے سورج کی روشنی ماند نہیں پڑتی ہے، لیکن اگر وہ کسی غلط فہمی کے شکار ہیں تو میں انہیں صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ مدرسہ کی تاریخ اُتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی خود اِس امت کی تاریخ ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ مدرسے عہدِ نبوت یا عہدِ صحابہ میں نہیں تھے اور بعد کے ادوار میں وجود میں آئے، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلا مدرسہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں زید بن ارقمؓ کے گھر ''دار ارقم'' میں قائم فرمایا تھا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم وتربیت کرتے تھے، اور یہی درس گاہ ترقی کر کے مدینہ منورہ میں ''صفہ'' کے نام سے معروف ہوا، جہاں سینکڑوں صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے علمِ دین حاصل کیا، اور دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے پیغامِ امن کی نشر واشاعت میں نمایاں کارنامہ انجام دیا۔

ذی وقار سامعین کرام!

مدارسِ اسلامیہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنیوالے اور ہفوات بکنے والے افراد کو میں اس کی پرزور دعوت دیتا ہوں کہ وہ مدارسِ اسلامیہ آئیں اور یہاں دی جانے والی تعلیم کا جائزہ لیں، یہاں آکر انہیں یہ یقین ہوجائے گا کہ یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے نہیں ہیں، بلکہ امن وشانتی کے گہوارے اور صلح وآشتی کے مراکز ہیں، ان مدارس میں ناحق قتل کرنے اور بم دھماکے کی تعلیم نہیں دی جاتی، بلکہ یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ جو شخص کسی انسان کو ناحق قتل کرے تو یہ پوری انسانیت کو قتل کرنے کے برابر ہے، اور یہ درس دیا جاتا ہے کہ اللہ ظالموں کو، شریروں کو، زمین میں فساد پھیلانے والوں کو، اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا۔

یہاں نفرت کا پاٹھ نہیں پڑھایا جاتا، بلکہ یہ پڑھایا جاتا ہے کہ وہ شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جو خود آسودہ ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو، یہاں جانوروں پر ظلم کرنا نہیں سکھایا جاتا، بلکہ یہ سکھایا جاتا ہے کہ کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے، کیوں کہ وہ کیڑے مکوڑے کا گھر ہے، کوئی شخص ہڈی سے استنجاء نہ کرے، کیوں کہ وہ جنات کی خوراک ہے، کوئی شخص ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے، کیوں کہ اس سے دوسرے جانور کو تکلیف ہوگی، اخیر میں بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ دشمنانِ دین کی سازشوں سے اسلام کے ان قلعوں کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام میں عورت کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ،مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنْ.أمّا بَعْدْ!فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ،وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْف.(سورۃ النساء:۱۹)

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

قابل احترام رفقاء کرام!

اسلام کے خلاف سازشیں رچنے والے،قرآنی دستور پر انگلیاں اٹھانیوالے، حقوقِ نسواں کے نام نہاد علم بَردار اور آزادیِ نسواں کا دل فریب نعرہ بلند کرنیوالے حضرات ایک زمانہ سے اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہوئے آرہے ہیں کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں ہے،اسلام عورتوں کی آزادی کا دشمن ہے،اسلامی معاشرہ میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے،اسلام نے عورت کو پردہ کی زنجیر میں باندھ کر اسے گھروں میں قید کرکے رکھ دیا ہے اوراس کی فطری آزادی کو چھین لیا ہے،چنانچہ آج کی اس محفل میں اسی موضوع پر میں لب کشائی کرنا چاہتا ہوں۔

سامعین کرام!

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل پوری دنیا اور تقریبا سارے مذاہب میں عورتوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جارہے تھے جسے پڑھ کر ذہن وضمیر کانپ اٹھتا ہے،جس کی داستاں سن کر دردمند انسان کا دل رنج وغم سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے،کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔

مثلاً اسلام کی آمد سے قبل قدیم یونان میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا، غلاموں اور جانوروں کی طرح عورتیں بھی بازاروں میں بیچی جاتی تھیں، میراث میں عورت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا، مال وجائداد کی طرح وراثت میں عورت بھی تقسیم ہوتی تھی، رومیوں نے عورت کو جانور کا مقام دیا تھا، نکاح کو عورت کی خرید وفروخت کا ذریعہ سمجھتے تھے اور معمولی معمولی قصور پر عورت کو قتل کر دیتے تھے۔

یہودیوں کا ایک گروہ عورت کو انسان ہی نہیں تصور کرتا تھا، ان کا خیال تھا کہ عورت جانوروں کی ایک شکل ہے جنہیں مردوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہر عورت کے لیے فرض ہے کہ وہ زندگی بھر قسم قسم کی خدمتیں کرکے پتی پوجا (یعنی اپنے شوہر کی پوجا) کرتی رہے اور شوہر کی موت کے بعد اس کی چتا کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر ستی ہوجائے، یعنی شوہر کے ساتھ عورت بھی اپنے آپ کو آگ کے حوالہ کر دے، اور اس رسم پر باقاعدہ عمل بھی ہوتا تھا۔

مگر جب اسلام آیا تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا، وہ عورت جس کو جانوروں سے زیادہ حقیر سمجھا جاتا تھا نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے عورت اور خوشبو مجھے محبوب ہے، وہ عورت جو اپنی بے بسی اور بے کسی پر روتی اور بلبلاتی رہتی تھی اس کے ساتھ قرآن نے حسن سلوک کا حکم دیا اور کہا کہ تم ان عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی گزارو۔

وہ عورت جس کو یہودیوں کا ایک گروہ انسان بھی نہیں سمجھتا تھا اور جس کو معمولی قصور پر قتل کر دیا جاتا تھا، قرآن نے اس کی عظمت اور اس کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق بھی ہیں، وہ عورت جس کے زخموں پر مرہم رکھنے والا، جس کی فریاد سننے والا اور جس کی مظلومیت کے آنسو پونچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا نبی اکرم ﷺ

نے زندگی کی آخری سانس میں بھی ان کا خیال رکھا اور اپنی امت کو یہ وصیت فرمائی کہ تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے حقوق کا پورا خیال رکھنا۔

الغرض!

اسلام کی آمد نے دنیا کے تمام مذاہب کے اندر صدیوں سے ظلم وستم کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی عورتوں کو آزادی کا پروانہ سنایا، اسلام نے عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت کی اور اسے شمعِ محفل سے چراغِ خانہ بنایا، اسلام نے عورت کو ذلت وپستی کی عمیق غار سے نکال کر عزت ورفعت کے اوجِ ثریا پر پہنچایا، اسلام نے عورت کو اپنا رفیقِ سفر پسند کرنے کا اختیار دیا اور شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادی کا بھی حق عطا کیا۔

اسلام نے ان کا مقام اتنا بلند کیا کہ عورت اگر ماں کی شکل میں ہے تو ان کے پیروں تلے جنت قرار دیا، عورت اگر بہن کی شکل میں ہے تو اسے گھر کی عزت قرار دیا، عورت اگر بیٹی کی شکل میں ہے تو اسے گھر کی زینت قرار دیا، عورت اگر بیوی کی شکل میں ہے تو اسے گھر کی عفت، مرد کے لئے باعث سکون وطمانینت قرار دیا، نیز اسلام نے ماں کی خدمت، بہن اور بیٹی کی پرورش اور بیوہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر جنت کی بشارت اور جہنم سے نجات کی خوش خبری سنائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت کا مقام کس قدر بلند وبرتر ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام کی صحیح سمجھ بوجھ عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ماں کی ممتا اور شفقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ. وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنْ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنْ. أمَّابَعْدْ! فَأعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ: وَوَصَّینَا الاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا. (سورۃ العنکبوت:۸)

معزز سامعین کرام!

آج میں آپ کے سامنے اس مقدس ہستی کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں جس کی پیشانی میں نور، جسکی آنکھوں میں ٹھنڈک، جسکی باتوں میں محبت، جسکے دل میں رحمت، جس کے ہاتھوں میں شفقت، جس کے پیروں میں جنت اور جس کی آغوش میں پوری دنیا کا سکون ہے، جس کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے، جس کی محبت کبھی بھی دکھلاوے کے لیے نہیں ہوتی ہے، جس کا پیار سمندر کی مانند ہر وقت جوش میں رہتا ہے، جس کی محبت چٹان سے زیادہ مضبوط اور سمندر سے زیادہ گہری ہوتی ہے، یعنی میرا موضوعِ سخن ''ماں کی ممتا اور شفقت'' ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے بغور سنیں گے۔

معزز سامعین!

ماں دنیا کی وہ عظیم ہستی ہے جسکی محبت کے سامنے ہر انسان کی محبت کمتر ہے، ماں کی جیسی محبت، ماں کے جیسا خلوص، ماں کے جیسا ایثار دنیا کا کوئی بھی شخص پیش نہیں کرسکتا، ماں کا پیار چاند کی طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے، ماں کے سوا کوئی سچا اور مخلص رشتہ نہیں ہے، ماں کی شفقت اور محبت کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر ہم دنیا کے تمام دکھ اور درد کو بھول جاتے ہیں، ماں اپنی اولاد کو کبھی بھی دکھ نہیں پہنچنے دیتی ہے، ماں کے ہاتھ اپنے بچوں کی سلامتی اور بھلائی کے لیے ہمیشہ خدا کے دربار میں اٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔

ماں کا روپ اللہ تعالی کی طرف سے وہ خاص تحفہ ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنی رحمت، فضل وکرم، برکت وراحت اور عظمت کی صفات کو شامل کرکے عرش سے فرش پر اتارا اور اس کی عظمت میں چار چاند لگادیا، ماں کے قدموں تلے جنت دیکر اللہ تعالی نے ماں کو مقدس اور اعلی مرتبہ پر فائز کردیا، ماں کی ہستی باپ سے زیادہ عظیم ہوتی ہے، ماں کی نافرمانی شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، ماں کی دعائیں ہمارے لیے زندگی کا کل سرمایہ ہیں، ماں گھر کی روشنی اور گھر کی زینت ہے، ماں ہمارے لیے جنت کا راستہ ہے۔

ماں کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے اسلام میں حقِ خدا کے بعد سب سے زیادہ حق ماں کا بتایا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں خدا کے حق کو بیان کرنیکے ساتھ ماں کے حق کو بھی بیان کیا گیا ہے، مثلا سورۂ نساء میں ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو، سورۂ لقمان میں ہے کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے، سورۂ عنکبوت میں ہیکہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے، سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ اگر ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اُف بھی مت کہنا، اور نہ ہی ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان سے نرمی سے گفتگو کرنا اور ان کے لیے سلامتی کی دعائیں کرتے رہنا۔

محترم سامعین کرام!

قرآن مجید کے بعد جب ہم ذخیرۂ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بھی جابجا والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ملتا ہے، کسی حدیث میں یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے، تو کسی میں یہ ہیکہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، کسی میں یہ ہے کہ حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار ماں

ہے،تو کسی میں یہ ہے کہ ماں کی نافرمانی کرنا حرام ہے، کسی میں یہ ہے کہ ماں باپ ہی جنت وجہنم ہیں،تو کسی میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کو ہر نظر کے بدلہ مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔

فرزندانِ ملت!

آج یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے کہ جس ماں نے اولاد کو ۹ رمہینے تک اپنے پیٹ میں رکھا اور بے پناہ مشقتوں کے ساتھ اسے جنم دیا، جس ماں نے سینے سے لگا کر دودھ کی شکل میں اولاد کو اپنا خون پلایا، جس ماں نے خود کچی اور گیلی زمین پر سو کر اپنی اولاد کو نرم بستروں پر سلایا، جس ماں نے اولاد کی خاطر اپنے حسن و جمال، رات کی نینداور دن کے چین وسکون کو قربان کر دیا، جس ماں نے اپنی اولاد کے رونے پر سارا کام بند کر کے اسے تسلی دیکر سلایا، جس ماں نے بچے کو پہلے کھلایا اور خود بعد میں کھایا، جس ماں نے انگلی پکڑ کر اپنی اولاد کو چلنا سکھایا، جس ماں نے اولاد کو بولنا سکھایا۔

الغرض! جس ماں نے اپنی اولاد کی خاطر ہر طرح کی مصیبتوں اور مشقتوں کو برداشت کیا، آج وہی اولاد جوان ہو کر ان کی خدمت کرنے کے بجائے انھیں سے خدمت لیتی ہیں، ان کو راحت پہنچانے کے بجائے ان کو تکلیف پہنچاتی ہیں، بڑھاپے میں انکے لیے ڈھال بننے کے بجائے ان کے لیے وبال بن جاتی ہیں، ان کا ادب کرنے کے بجائے ان کو گالیاں دیتی اور برا بھلا کہتی ہیں، ان کا دل خوش کرنے کے بجائے انھیں رنجیدہ کرتی ہیں، الغرض! ان کے سارے احسانات کو بھلا کر ان کے ساتھ بُرا سلوک کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ماں باپ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بیٹی اللہ کی رحمت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ.وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ،مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْنَ.أمَّابَعْدُ!فَأعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:وَاِذا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمْ،یَتَوارٰی مِنَ الْقَومِ مِنْ سُوْٓءِ مابُشِّرَبِہٖ،أَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُونٍ أمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرابِ.(سورۃ النحل:۵۸،۵۹)

حیاء کا آئینہ ہے اور وفا کی جان ہے بیٹی
ہمارے گھر کی رونق زندگی کی شان ہے بیٹی
بنا دیتی ہے گھر کو رشک جنت یہ سلیقے سے
مکمل زندگی کی شان ہے عرفان ہے بیٹی

قابل احترام رفقاء کرام!

عورت جس مرحلہ میں بھی ہو وہ مرد کی توجہ کا محور اور مرکز ہوتی ہے،عورت جب بیٹی کے روپ میں ہوتی ہے تو وہ اپنے والدین کی آنکھوں کا تارا اور دل کا قرار ہوا کرتی ہے،عورت جب بہن کے روپ میں ہوتی ہے تو وہ اپنے بھائی کے لیے باعثِ افتخار اور اس کی عزت ہوا کرتی ہے،عورت جب بیوی کے روپ میں ہوتی ہے تو وہ اپنے شوہر کی زندگی کا سب سے قیمتی تحفہ ہوا کرتی ہے،عورت جب ماں کے روپ میں ہوتی ہے تو وہ اولاد کے لیے شجرِ سایہ دار،پیکرِ محبت اور شفقت کا مجسمہ ہوا کرتی ہے،مگر عورت کی اس قدر اہمیت وعظمت اور اس کی اِن بے پناہ خوبیوں کے باوجود روزِ آفرینش سے اب تک اِس صنف نازک پر جس قدر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں،اسکو سن کر ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں،جگر پھٹ جاتا ہے اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔

سامعین کرام!

شریعتِ محمدی کے نزول سے پہلے ملک عرب میں بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کا عام رواج تھا، لوگ بیٹی کی پیدائش کو معیوب سمجھتے تھے، اگر کوئی ہمت کر کے پھول جیسی بیٹی کو زندہ رکھنے کی کوشش بھی کرتا تو لوگ اس کے مخالف ہو کر اسے عار دلاتے رہتے تھے اور ان کا جینا مشکل کر دیتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جس شخص کے گھر بیٹی پیدا ہوتی تھی وہ شرمندگی کے مارے اپنا چہرہ چھپائے پھرتا تھا اور اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا کرتا تھا، چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جب ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے، وہ لوگوں سے اس بری خبر کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے جو اسے سنائی گئی ہے، وہ سوچنے لگتا ہے کہ اپنی بیٹی کو ذلت و رسوائی کے ساتھ زندہ رکھوں یا اسے مٹی میں زندہ دفن کر دوں۔

یہ تو زمانۂ جاہلیت کی بات تھی جب دنیا نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، مگر آج جب دنیا نے ترقی کر لی ہے اور قسم قسم کے آلات ایجاد کر لئے گئے ہیں تو آج بیٹیوں کو زندہ نہیں دفنایا جاتا، بلکہ اس معصوم کو رحم مادر میں ہی مار دیا جاتا ہے، آج معاشرہ کا یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ بیٹی کو زندہ دفن تو نہیں کرتے مگر اس کو رحمت کے بجائے زحمت، سببِ خوش بختی کے بجائے علامتِ بدنصیبی، نشانِ عزت کے بجائے باعثِ ذلت سمجھتے ہیں، حالاں کہ بیٹی گھر کی رونق اور عزت ہوتی ہے، بیٹی گھر کی زینت اور شان ہوتی ہے، بیٹی والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہوتی ہے، بیٹی خوش بختی کی نشان اور سرفرازی کی علامت ہوتی ہے، بیٹی کے بغیر گھر قبرستان کی طرح اندھیرا لگتا ہے، بیٹی اور پھول میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے، بیٹی محبت کی پیکر اور شفقت کا مجسمہ ہوتی ہے، بیٹی خاندان کی چشم و چراغ اور بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہے۔

حضرات گرامی!

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرہ میں بیٹیوں کو وہ مقام نہیں دیا جاتا

ہے جو مقام بیٹوں کو دیا جاتا ہے، بیٹوں کی پیدائش پر جشن منایا جاتا ہے، دعوتیں کی جاتی ہیں اور بیٹی کی پیدائش کے متعلق خبر تک نہیں دی جاتی، بیٹوں کو عمدہ قسم کے کھلونے اور انتہائی قیمتی لباس دیئے جاتے ہیں، لیکن بیٹیوں کو سستے کھلونے اور معمولی کپڑے دیئے جاتے ہیں، بیٹوں کی تعلیم کے لئے پرائیوٹ اور معیاری اسکول کا انتخاب کیا جاتا ہے اور بیٹیوں کو سرکاری اور غیر معیاری اسکول میں بھیجا جاتا ہے، بیٹا اگر اچھا نمبر لائے تو اسکو مبارکباد دی جاتی ہے، قیمتی تحفے دیئے جاتے ہیں، لیکن بیٹی کے کامیاب ہونے اور پوزیشن لانے پر بھی تحفہ تو بہت دور کی بات ہے، زبان سے تعریفی کلمات بھی مشکل سے ہی ادا ہوتے ہیں۔

میں سماج کے ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر! آپ بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان اس قدر بھید بھاؤ کیوں کرتے ہیں، حالاں کہ بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی پڑھنے لکھنے میں تیز اور ذہین ہوتی ہیں، بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی ماں باپ کی خدمت کرنے والی ہوتی ہیں، بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی والدین کا نام روشن کرنے والی ہوتی ہیں، اور بیٹوں کی طرح بیٹیوں میں بھی قوم وملت کی خدمت کا جذبہ ہوتا ہے۔

لہٰذا!

بیٹیوں کے تئیں اپنی سوچ بدلیں، ان سے دلی محبت کریں، انہیں اللہ تعالی کی رحمت اور انمول نعمت سمجھیں، ان کی قدر کریں اور ان کے مقام کو سمجھیں، اللہ تعالی ہمیں بیٹیوں کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ضروری نہیں کہ روشنیاں چراغوں سے ہوں
بیٹیاں بھی تو گھر میں اجالا ہوا کرتی ہیں

اولاد کی تربیت کریں

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ. أمّا بَعْدُ!قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ:مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ. (ترمذی)

ادب سے ہی انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

قابل احترام رفقاء کرام!

اللہ تعالی نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت اولاد کی نعمت ہے، بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں؛ اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہیں، بچے ہماری تمناؤں اور آرزؤں کے محور ومرکز ہیں، بچے کھلتے ہوئے پھول، چمکتے ہوئے تارے اور بام عروج کو پہنچے ہوئے چاند کے مانند ہیں، بچے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، ہمارے دلوں کے سروراور ہمارے مستقبل کی امیدیں ہیں، بچے زندگی کے ماحصل،خوش بختی کے نشان اور سرفرازی کی علامت ہیں، بچے بے قراری میں قرار، بے چینی میں چین، پریشانی میں سکون اور رنج والم میں شادمانی کے باعث ہیں۔

بچے ماں باپ کی زندگی، بھائی بہنوں کے پیار، گھر کی رونق، محلے کی زینت اور بستی کی شان ہیں، بچے معصومیت کے پیکر، بے گناہی کے نمونے اور سادگی کے مجسمے ہیں، بچے گھر کی بہار، رونق ہستی، دم زندگی اور جانِ محفل ہیں، بچے کے بغیر زندگی ایک اجڑا ہوا گلستاں ہے، جس میں نہ دلکشی ہے نہ خوبصورتی، نہ دل آویزی ہے نہ دل بستگی، بچے کے بغیر زندگی بے کیف، بے سود اور ادھوری محسوس ہوتی ہے، بچے ہی سے زندگی میں بہار اور دل کشی ہے اور بچے ہی سے ہمارے دن روشن اور ہماری راتیں آباد ہیں۔

سامعین کرام!

بچوں کی انہیں خصوصیات اور خوبیوں کی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، اور والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کریں، انھیں بنیادی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں، ان کی فکری نشو ونما کریں اور ان کے صاف وشفاف ذہن کی تختی پر ایمان وعقیدہ کو ایسا ثبت کردیں کہ وہ مرتے دم تک اسی پر قائم رہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو اوامر پر چلنے اور نواہی سے بچنے کا حکم دو، یعنی اپنی اولاد کو اسکی تعلیم دو کہ وہ بس وہی کام کریں جن کے کرنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور جن سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے رک جائیں، دوسری حدیث میں ہے کہ کسی بھی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا، یعنی باپ کی طرف سے اولاد کیلیے سب سے بہتر تحفہ یہ ہیکہ وہ اسے ادب سکھائے، اس کی اچھی تربیت کرے اور اسے دینی تعلیم دے، تیسری حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی اپنی اولاد کی تربیت کرے تو یہ عمل اس کے لئے ایک صاع صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ

یوں تو ہم اپنے بچوں سے بے انتہا محبت کرتے ہیں، ان کی خوشی اور راحت کا پورا خیال رکھتے ہیں، ان کا دل بہلانے کا مکمل سامان مہیا کرتے ہیں، ان کو پیسے اور قیمتی تحفے دیتے ہیں، ان کی معاشی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے خون پسینہ ایک کردیتے ہیں، مگر ہم ان کی دینی تعلیم کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں، ان کی اسلامی تربیت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے ہیں اور ان کی آخرت کو سنوارنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے آج کی اولاد فرماں بردار کم اور نافرمان زیادہ ہورہی ہیں، جن اولاد کو والدین کے بڑھاپے کا سہارا بننا چاہیئے وہ انہیں گھر سے نکال کر اولڈ ہوم بھیج رہی

ہیں، جن اولاد کو والدین کے لیے باعثِ رحمت بننا چاہئے وہ ان کے لئے سببِ زحمت بن رہی ہیں، جن اولاد کو والدین کے سامنے نظریں جھکا کر پست آواز میں بات کرنی چاہئے وہ ان کے سامنے سینہ تان کر اونچی آواز میں بات کر رہی ہیں، جس بیٹی کو باپ کے سامنے پیکر حیاء بن کر رہنا چاہئے وہ سوشل میڈیا پر اپنی چادرِ حیاء اتار کر والدین کو سرِ عام رسوا کر رہی ہے، ان ساری برائیوں اور خرابیوں کی بنیاد اور جڑ یہ ہے کہ ہم بچپن میں ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ نہیں دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی اصلاح نہیں ہو پاتی اور وہ ہمارے لیے دردِ سر بن جاتی ہیں۔

اخیر میں تمام مسلمانوں سے یہ عرض ہے کہ اگر آپ اپنی اولاد کو تحفۂ خداوندی اور نعمتِ الٰہی بنانا چاہتے ہیں، اگر آپ اپنی اولاد کو اپنے لئے باعثِ رحمت، ذریعۂ سکون اور سببِ خیر و برکت بنانا چاہتے ہیں، اگر آپ اپنی اولاد کو اپنے لئے سرمایۂ نجات اور توشۂ آخرت بنانا چاہتے ہیں، تو پھر آپ پر لازم ہے کہ بچپن ہی میں ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں، کیوں کہ بچپن کی تربیت نقش علی الحجر ہوتی ہے، چنانچہ بچپن میں اگر بچہ کی دینی اور اخلاقی تربیت کی گئی تو بڑا ہونے کے بعد بھی وہ اس پر عمل پیرا رہیگا، اس کے برعکس اگر بچپن میں اس کی تربیت پر توجہ نہ دی گئی تو بڑا ہونے کے بعد اس سے خیر کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی۔

لہٰذا!

اپنی اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور توشۂ آخرت بنائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

پردہ عورت کی زینت ہے

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ.أمّا بَعْدُ!فَأعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ وَلا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْأُوْلٰی وَأَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَأَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ.(سورۃ الاحزاب:۳۳)

حیاء سے حسن کی قیمت دو چند ہوتی ہے
نہ ہوں جو آب تو موتی کی آبرو کیا ہے

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں اور خرابیاں بہت تیزی کے ساتھ پھیلتی جارہی ہیں ان میں سے ایک برائی ''بے پردگی'' بھی ہے،بعض عورتیں پردہ کو اپنے لیے بوجھ،قدامت پسندی کی علامت،ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور باعثِ ذلت سمجھتی ہیں اور بعض عورتیں سستی اور کاہلی کی وجہ سے پردہ کا اہتمام نہیں کرتی ہیں،آج کی اس محفل میں انھیں فیشن پرست اور غافل خواتین کے نظریہ کی تردید کرنا چاہتا ہوں۔

سامعین کرام!

اسلام میں عورتوں کی عفت وعصمت اور ان کے تحفظ کا خاص خیال رکھا گیا ہے،اسی وجہ سے اسلام نے ان تمام اعمال سے جن سے عورت کی عصمت پر حرف آتا ہو منع کردیا ہے،چنانچہ عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دینا،بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہ دینا،بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع کرنا،تنہائی میں کسی مرد کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہ دینا؛یہ سارے امور ایسے ہیں جن پر عمل کرنے سے اس کی عصمت وعفت محفوظ رہے گی اور عمل نہ کرنے کی صورت میں اس کی پاکدامنی کو خطرہ ہوسکتا ہے،یہی

وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کو پردہ کا حکم دیا ہے اور باپردہ عورت کو دنیا کی بہترین عورت قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس میں اس کا تذکرہ ہوا کہ دنیا کی سب سے بہترین عورت کون ہے، صحابۂ کرام خاموش رہے، اسی دوران حضرت علیؓ کسی کام سے گھر گئے تو حضرت فاطمہؓ سے اس کا تذکرہ کیا، حضرت فاطمہؓ نے کہا: کیا میں آپ کو بتاؤں کہ دنیا کی سب سے بہترین عورت کون ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں بتاؤ! حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ دنیا کی سب سے بہترین عورت وہ ہے جو نہ خود کسی غیر محرم کو دیکھے اور نہ ہی کوئی غیر محرم اسے دیکھے، حضرت علیؓ نے یہ جواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ ﷺ بیحد خوش ہوئے اور فرمایا کہ فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

ذی وقار سامعین!

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی اور نازک ہوتی ہے اس کو اتنی ہی زیادہ حفاظت سے رکھی جاتی ہے، چنانچہ آپ اپنے اَناج کو کھیت کھلیان میں بھی چھوڑ دیتے ہیں لیکن زیورات کو صندوق میں بند کر کے رکھتے ہیں، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آپ زیورات کو اناج کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں، اسی طرح آپ اپنے جسم کے اعضاء میں غور وفکر کریں کہ اللہ تعالی نے آپکے ہاتھ اور پیر کے اوپر کوئی پردہ نہیں ڈالا ہے، لیکن آنکھوں پر پلکوں کا پردہ ڈالا ہے، کیوں کہ ہاتھ اور پیر کے مقابلے میں آنکھ زیادہ قیمتی عضو ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں جو پردہ کا حکم دیا گیا ہے، وہ عورت کے لیے قید نہیں ہے، بلکہ پردہ اس کے لئے وہ ڈھال ہے جو شریر، بدمعاش اور اَوباش انسانوں سے اس کی حفاظت کرتی ہے، پردہ عورتوں کے لیے باعث زینت ہے، جو اس کے حسن وجمال میں اضافہ کرتا ہے، پردہ عورتوں کا سب سے بہتر سنگار ہے۔

اس کے برعکس بے پردگی سے عورت کی شرافت مردہ ہوجاتی ہے، بے پردگی سے عورت کا کردار لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہوجاتا ہے، بے پردگی سے عورت کا حسن و جمال ختم ہوجاتا ہے، بے پردگی سے ازدواجی زندگی کا سکون ختم ہوجاتا ہے، بے پردگی سے اولاد نافرمان بن جاتی ہے اور معاشرہ میں طرح طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

حضرات گرامی!

جو عورتیں پردہ کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پردہ نہ تو ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے ترقی کے مواقع ختم ہوتے ہیں، اسلامی تاریخ میں بہت سی باکمال خواتین ایسی گزری ہیں جنہوں نے شرعی پردہ کے دائرہ میں رہ کر وہ کام انجام دیئے ہیں کہ ان کے حالات پر کئی کئی جلدوں کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، کیوں کہ اسلام میں بھلے ہی پردہ کا حکم موجود ہے، لیکن اس کے باوجود اسلام عورتوں کو تعلیم کے حصول اور معاشی سرگرمیوں سے نہیں روکتا ہے، بلکہ اسلام مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تعلیم کی اجازت دیتا ہے، چنانچہ عورت معلّمہ بھی بن سکتی ہے اور ڈاکٹرنی بھی، عورت شرعی دائرہ میں رہ کر بزنس بھی کرسکتی ہے اور فتوی کی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے، بلکہ حدود و قصاص کے معاملات کو چھوڑ کر دیگر تمام معاملات میں عورت جج بھی بن سکتی ہے، پس پردہ کو نہ تو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا چاہئے اور نہ ہی اس کو اپنے لیے باعث قید سمجھنا چاہئے، اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اسلام کی تمام تعلیمات کو اچھی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اوصافِ مومن

اَلْحَمْدُ لِوَلِيِّهٖ،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى نَبِيِّهٖ. أمّا بَعْدُ!فَأعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ:قَدْ أفْلَحَ الْمُؤمِنُونْ،أَلَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خَاشِعُونْ،وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ،وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنْ. (سورة المؤمنون:۱،۲،۳)

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

معزز سامعین کرام!

میں نے خطبہ کے اندر جن آیات کی تلاوت کی ہے وہ سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات ہیں،اس سورت کی پہلی دس آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالی نے ان بنیادی صفات کا ذکر فرمایا ہے جن کے بارے میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص وہ ساری باتیں اپنے اندر پیدا کرلے تو وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا،چنانچہ آج کی اس محفل میں انہیں اوصاف کو میں اس امید کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بغور سنیں گے اور ان اوصاف کو ہم سبھی مسلمان اپنے اندر پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

پیارے مسلمانو!

ان آیات میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح وکامیابی حاصل کرلی ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں،یعنی نماز میں ظاہری اعضاء کو جھکانے کے ساتھ ساتھ دل کو بھی عاجزی کے ساتھ جھکائے رکھتے ہیں اور دل کو نماز کی طرف پورے طور پر متوجہ رکھتے ہیں۔

وہ مومنین کامیاب ہیں جو لغو چیزوں سے منھ موڑے ہوئے ہیں،یعنی جس قول و

فعل میں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا، ایسے قول وفعل سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں، جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہیکہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں اور دوسری جگہ ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

وہ مومنین کامیاب ہیں جو زکوۃ ادا کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالی نے انہیں جو مال عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے کہ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جو اس پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی، اور آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں۔

وہ مومنین کامیاب ہیں جو بیوی اور باندی کے علاوہ سبھوں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے کوئی بھی ناجائز طریقہ نہیں اپناتے ہیں، چنانچہ وہ فحش کلام، عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے اور بدنظری جیسی تمام بری صفات سے دور رہتے ہیں۔

وہ مومنین کامیاب ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے ہیں اور جب وہ کسی سے عہد وپیمان کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

وہ مومنین کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں، یعنی نماز کو پورے شرائط وآداب کے ساتھ وقت کی رعایت کرتے ہوئے پڑھتے ہیں، اور اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی سستی وکوتاہی اور لاپرواہی نہیں برتتے ہیں۔

سورۂ انفال میں ہے کہ مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر

ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور ترقی دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں، مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے۔

اور سورۂ توبہ میں ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں، وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔

حضرات گرامی!

ان اوصاف کے علاوہ مومن کے جو اوصاف قرآن مجید کی دیگر آیات اور مختلف احادیث مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہیکہ مومن وہ ہوتا ہیکہ جب وہ کوئی نیک عمل کرتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس کی قبولیت کے لیے فکر مند رہتا ہے اور جب اس سے کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اس کو یاد کر کے روتا رہتا ہے اور فوراً خدا سے معافی مانگ لیتا ہے، مومن وہ ہوتا ہے جو خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے، اسکی رحمت سے کبھی بھی نا امید نہیں ہوتا، اور خود کو مومن سمجھ کر بے خوف نہیں ہو جاتا، بلکہ عذابِ الٰہی سے ڈرتا رہتا ہے اور جہنم سے بچاؤ کے لیے فکر مند ہو کر اس کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہے۔

مومن اپنے والدین کا انتہائی ادب واحترام کرنے والا، انکی خدمت کرنے والا ان کے سامنے جھک کر کھڑا ہونے والا، ان سے نرم اور دھیمی لہجہ میں گفتگو کرنے والا، ان کی خوشیوں اور راحت وآرام کا بھرپور خیال رکھنے والا اور رب کے حضور ان کے حق میں دعاء خیر کرنے والا ہوتا ہے۔

مومن پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا، ان کے حقوق کا مکمل پاس و لحاظ رکھنے والا، بیمار ہونے کی صورت میں ان کی عیادت اور مزاج پُرسی کرنے والا اور انتقال کر جانے کی صورت میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والا ہوتا ہے۔

مومن احکامِ خداوندی کو بجالانے کا پورا اہتمام کرتا ہے، چنانچہ خوشی ہو یا غم، ہر موقع پر وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے، مصیبت اور دکھ کی گھڑی میں صبر کرتا ہے، اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے اور اسی کی خاطر دوری بھی اختیار کرتا ہے، سلام میں پہل کرتا ہے، کسی سے ملتا ہے تو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملتا ہے، کسی سے وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے، کوئی شخص اس کے ساتھ غلط کرتا ہے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے، دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کرتا ہے۔

مومن اللہ کی نافرمانی سے پورے طور پر اجتناب کرتا ہے، چنانچہ مومن نہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرتا ہے اور نہ ہی عبادت میں ریاکاری کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی کسی کی غیبت کرتا ہے، نہ کسی پر بہتان لگاتا ہے اور نہ ہی کسی کا مذاق اڑاتا ہے، نہ تکبر کرتا ہے اور نہ ہی دل میں حسد و کینہ رکھتا ہے، نہ والدین کی نافرمانی کرتا ہے اور نہ ہی رشتوں کو توڑتا ہے، نہ پڑوسیوں کو تکلیف دیتا ہے اور نہ ہی کسی کی حق تلفی کرتا ہے، نہ شراب پیتا ہے اور نہ ہی حرام کھاتا ہے، نہ کسی کا مال چراتا ہے اور نہ ہی کسی کے مال میں خیانت کرتا ہے، نہ کسی پر احسان جتلاتا ہے اور نہ ہی کسی کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے، نہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرتا ہے۔

الغرض! مومن ان تمام صفات کو اپناتا ہے جن سے اللہ راضی ہوتے ہیں اور ان تمام صفات سے بچتا ہے جن سے اللہ ناراض ہوتے ہیں، اللہ تعالی سے دعاہیکہ وہ ہمیں مثالی مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نکاح کے فوائد ومقاصد

اَلْحَمْدُ لِوَلِيِّهٖ،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهٖ.أمّا بَعْدْ!فَأعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ:وَمِنْ آياتِهٖ أن خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أنْفُسِكُمْ أزْواجًا لِتَسْكُنُوا اِلَيْهَاوَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً.(سورۃ الروم:۲۱)

معزز سامعین کرام!

اسلام میں نکاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے،جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود رسول اکرم ﷺ نے بھی نکاح کیا اور اپنے ماننے والوں کو بھی نکاح کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے، کیونکہ نکاح نگاہ کو زیادہ جھکانے والا اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے، کیوں کہ روزہ نفسانی خواہشات کو توڑ دیتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو وہ اپنا آدھا ایمان مکمل کر لیتا ہے، پس اسے باقی آدھے ایمان میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہیے،اور تیسری حدیث میں ہے کہ چار چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں: ان میں سے ایک حیاء کرنا، دوسرا خوشبو لگانا، تیسرا مسواک کرنا اور چوتھا نکاح کرنا ہے۔

پیارے مسلمانو!

نکاح کی اہمیت ان احادیث سے بھی واضح ہو جاتی ہے جن میں آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو عبادت کے لیے گوشہ نشیں ہونے، شہوت ختم کرنے کے طریقے اپنانے اور رہبانیت کی زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا اور بعض صحابہ سے محض اس بناء پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ وہ نکاح نہیں کئے ہوئے تھے، حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ایک صحابی جن کا نام عَکَّاف تھا ان سے پوچھا کہ اے عَکَّاف! کیا تیرے پاس بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس بیوی نہیں ہے، تو رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تو مال والا اور وسعت والا ہے؟ عرض کیا کہ ہاں! میں مال والا اور وسعت والا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِس حالت میں تو شیطان کے بھائیوں میں سے ہے، اگر تو نصاریٰ میں ہوتا تو ان کا راہب ہوتا، بلا شبہ نکاح کرنا ہمارا طریقہ ہے، تم میں سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جو بے نکاح ہیں اور مرنے والوں میں سب سے بدترین وہ ہیں جو بے نکاح مرے ہیں، کیا تم شیطان سے لگاؤ رکھتے ہو؟ شیطان کے پاس عورتوں سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں ہے، جو صالحین کے لئے کارگر ہو، مگر جو نکاح کئے ہوئے ہیں وہ بالکل پاک اور فحش سے محفوظ ہیں، پھر فرمایا کہ اے عکاف! تیرا برا ہو، نکاح کر لے، ورنہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگا۔

اس طویل حدیث سے آپ کو یہ معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے اور تجرد کی زندگی بالکل بہتر نہیں ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہ کرنے والے سے قطع تعلق کا اظہار کیا ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے باوجود نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے، اور دوسری جگہ ہے کہ نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذی وقار سامعین عظام!

صحابہ کے حالات اگر آپ پڑھیں گے تو آپ کو واضح اور صاف طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ انکے یہاں نکاح کا کافی اہتمام تھا اور وہ اکیلے رہنے کو ناپسند کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی رہ جائیں، تب بھی میں شادی کر لینا پسند کروں گا، تاکہ غیر شادی شدہ حالت میں خدا کو منہ

نہ دکھاؤں، اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نکاح کرلو، کیونکہ شادی شدہ زندگی کا ایک دن غیر شادی شدہ زندگی کے کئی سالوں کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرات گرامی!

قرآن وحدیث میں نکاح کی اس قدر جو ترغیب دی گئی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نکاح وہ عمل ہے جس میں قدرت کی طرف سے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد رکھے گئے ہیں، چنانچہ نکاح عفت و پاکیزگی کو برقرار رکھنے اور بری نگاہوں سے محفوظ رکھنے میں کافی معاون و مددگار ہوتا ہے، نکاح سے انسانی اَذہان وقلوب کا تزکیہ اور تقوی وطہارت کا حصول ہوتا ہے، نکاح انبیاءِ کرام کی سنت اور نفلی عبادات سے افضل ہے، نکاح پرہیزگاری اور تقوی کے حصول کا سبب ہے، نکاح کے ذریعہ فقر و فاقہ کا خاتمہ ہوتا ہے، نکاح جنسی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ ہے، نکاح میں نسلِ انسانی کی بقا ہے، نکاح امتِ محمدیہ کے افراد میں اضافہ کا سبب ہے۔

نکاح کے سبب مرد وعورت کے درمیان ایک ایسے رشتہ کی بنیاد پڑتی ہے جو ایک دوسرے کے لیے محبت والفت، تسکینِ قلب اور فرحت وانبساط کا باعث ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے احساسات وجذبات کو قریب سے سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، نکاح کئی برائیوں، بیماریوں اور امراض سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے۔

لہذا!

اس کا تقاضا یہ ہیکہ معاشرہ میں نکاح کو خوب فروغ دیا جائے اور بلا عذر شادی میں تاخیر نہ کی جائے، اللہ تعالی ہمیں نکاح کے حقیقی مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جہیز کی تباہ کاریاں

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّهٖ،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ. أمّا بَعْدُ!فَأعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْمْ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:یٰأیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لا تَأكُلُوا أمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. (سورة النساء:۲۹)

ماں باپ کا گھر بکا تو بیٹی کا گھر بسا
کتنی ہے دل خراش یہ رسم جہیز بھی

معزز سامعین کرام!

نکاح انسان کی ایک فطری ضرورت ہے، جس سے ایک طرف نسلِ انسانی کی بقا اوراس کی اَفزائش متعلق ہے،تو دوسری طرف وہ اخلاق وکردار اور قلب ونگاہ کی حفاظت کا بہترین ذریعہ بھی ہے،اسی وجہ سے شریعت نے اس عمل کونہایت آسان بنایا ہے،تاکہ لوگوں کے لیے زنا کاری، بدنظری اوران جیسے قبیح اعمال سے بچنا آسان ہو۔

لیکن افسوس صد افسوس!

کہ شریعت نے نکاح کو جتنا آسان بنایا تھا،ہم نے رسم ورواج کے چکر میں پڑ کراس کو اتنا ہی مشکل بنادیا ہے،جس کی وجہ سے معاشرہ میں طرح طرح کی خرابیاں اور برائیاں جنم لے رہی ہیں،آج جو چیزیں شادی بیاہ کے معاملہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہیں ان میں سرفہرست جہیز کا مسئلہ ہے، یہ وہ ظالمانہ رسم ورواج ہے جس نے معاشرہ کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اورسماج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے،اِس ناروا رسم ورواج کی وجہ سے جو واقعات سامنے آرہے ہیں ان میں سے ہر واقعہ ایسا ہے جس کو سن کراور پڑھ کر دردمند انسان کا جگر کانپنے لگتا ہے، بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔

آئے دن اخبارات میں یہ خبر شائع ہوتی ہے کہ فلاں مقام پر جہیز نہ ملنے کی وجہ سے نئی نویلی دلہن کو قتل کر دیا گیا، تو فلاں جگہ پر جہیز نہ لانے کی پاداش میں بہو کے جسم پر پٹرول چھڑک کر اس کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا، کبھی یہ خبر شائع ہوتی ہے کہ جہیز کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے باپ نے مجبور ہو کر خود اپنی بیٹیوں کا گلا گھونٹ دیا، تو کبھی یہ پڑھ کر کلیجہ پھٹ جاتا ہیکہ باپ کی غریبی اور مفلسی کو دیکھ کر معصوم دوشیزاؤں نے خود ہی اپنی جان لے لی، جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ

دیکھی جو گھر کی غربت تو چپکے سے مرگئی
ایک بیٹی اپنے باپ پہ احسان کرگئی

الغرض! اس ظالمانہ رسم ورواج کی وجہ سے صنف نازک پر جو ظلم وستم ڈھائے جاتے ہیں اس کی ایک طویل فہرست ہے جو کبھی اخبارات کی زینت بنتی ہے تو کبھی زیر زمین دفن کر دی جاتی ہے۔

قابل احترام سامعین عظام!

جہیز کے سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر بالکل واضح ہے، اسلام نے نکاح میں تمام مالی ذمہ داریاں مردوں پر رکھی ہے، چنانچہ مہر مرد کے ذمہ ہے، ولیمہ مرد ہی کو کرنا ہے، بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے، بچوں کی پرورش کا بوجھ بھی مرد ہی کو برداشت کرنا ہے، اسکے برعکس عورتوں پر نکاح کے باب میں کوئی بھی مالی ذمہ داری نہیں ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرعی اعتبار سے نکاح کے سارے اخراجات صرف مردوں پر لازم ہیں، اور عورتوں پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ

جہیز اسلامی نہیں بلکہ غیر شرعی عمل اور ہندوانہ رسم ہے، جسکو اپنانے سے ہندوؤں

کی مشابہت لازم آتی ہے، جہیز کی وجہ سے انسان کے اندر حرص وطمع اور خودغرضی جیسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جہیز معاشرہ میں ظلم و جبر، خون خرابہ اور خودکشی جیسی خرابیاں پیدا ہونے کا سبب ہے۔

جہیز دینی بیزاری اور دینی بے حسی کا پیش خیمہ ہے، جہیز کی وجہ سے کتنے ہی گھرانے بکھر کر تباہ و برباد ہوگئے ہیں، جہیز کی وجہ سے کتنے ہی والدین نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بچیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، جہیز کی وجہ سے کتنی ہی لڑکیاں جسم فروشی کا پیشہ اپنا چکی ہیں، تو کتنی ہی دوشیزائیں سسک سسک کر، گھٹ گھٹ کر اور خون کے آنسو بہا بہا کر سانسیں لے رہی ہیں۔

لہذا! اے ملت کے غیور نوجوانو!

ہاتھ اٹھاؤ اور یہ عہد کرو کہ ہم اپنے معاشرہ سے رسمِ جہیز کو مکمل طور پر مٹانے کی بھرپور کوشش کریں گے اور شادی کو اتنا آسان بنائیں گے کہ کوئی بھی بیٹی اپنے باپ کے لیے بوجھ نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس وعدہ پر قائم رکھے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

موت ایک بدیہی حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنْ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنْ، مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنْ. أَمَّا بَعْدْ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. (سورة آل عمران:١٨٥)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

معزز سامعین کرام!

آج میں آپ حضرات کے سامنے ایک ایسے موضوع پر لب کشائی کرنے کی جسارت کرر ہا ہوں جس کے برحق اور اٹل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، جس کی صداقت پر دنیا کے کسی بھی خطے اور کسی بھی مذہب میں اختلاف نہیں ہے، جس کا مشاہدہ ہر انسان اپنی آنکھوں سے دن رات اپنے محلے اور گلی کوچوں میں کرتا رہتا ہے، جس کا انکار کرنا سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی، آسمان کی بلندی، زمین کی پستی، پہاڑ کی سختی، روئی کی نرمی، دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے کا انکار کرنے کے برابر ہے، یعنی میرا موضوع سخن یہ ہے کہ ''موت ایک بدیہی حقیقت'' ہے، مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میری باتوں کو بغور سنیں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے۔

حضرات گرامی!

موت وہ بدیہی حقیقت ہے جس کے متعلق خود اللہ تعالی یہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کا وقت مقرر آجائے گا تو یہ لوگ اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے ہوں گے اور نہ آگے ہوں گے، یعنی جب موت کا وقت آجائیگا تو دنیا کی کسی بھی چیز کے ذریعہ اسکوٹال دینا، اس سے بھاگ جانا، اس سے بچ جانا اور اس سے اپنی جان چھڑا لینا ممکن نہ ہوگا، دوسری

آیت میں ہے کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یعنی مسلمان ہو یا کافر، نبی ہو یا ولی، عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، عقلمند ہو یا پاگل، انسان ہو یا جانور؛ ہر جاندار کو موت کا کڑوا گھونٹ پینا ہے۔

تیسری آیت میں ہے کہ ہر وہ چیز جو زمین پر ہے فنا ہو جائے گی، اور صرف تیرے رب کی ذات ہی باقی رہ جائے گی، جو بلند شان اور عظمت و رفعت والا ہے، یعنی یہ حسین و رنگین دنیا، یہ عیش و عشرت کے سامان، یہ بارونق بازار، یہ نظر کو خیرہ کرتی ہوئی تمدن وتہذیب، یہ بھڑکیلے لباس، یہ چمکتے ہوئے زیورات، یہ مسکراتے اور قہقہے لگاتے چہرے، یہ عالیشان عمارتیں، یہ آسمان کو چھوتی ہوئی بلڈنگیں، یہ اونچے اونچے محلات، یہ حویلیاں اور بالاخانے، یہ پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات، یہ وسیع وعریض شاہراہیں، یہ لمبی چوڑی سڑکیں، یہ سیر وتفریح اور کھیل کود کے میدان، الغرض! کائنات کی ساری چیزیں ختم ہونیوالی ہیں، اور کوئی بھی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے۔

سامعین باتمکین!

حضرت انس فرماتے ہیں کہ زمین ہر دن یہ اعلان کرتی ہے کہ

اے آدم کی اولاد! تو میری پیٹھ پر چل رہا ہے مگر تیرا ٹھکانہ میرا پیٹ ہے، تو میری پیٹھ پر گناہ کر رہا ہے مگر تجھے عذاب میرے پیٹ میں ہوگا، تو میری پیٹھ پر خوب ہنس رہا ہے مگر میرے پیٹ میں آکر تجھے رونا ہے، تو میری پیٹھ پر خوشیاں منا رہا ہے مگر میرے پیٹ میں غمگین رہے گا، تو میری پیٹھ پر شوق سے مال جمع کر رہا ہے مگر میرے پیٹ میں ندامت اٹھائے گا، تو میری پیٹھ پر مالِ حرام کھا رہا ہے مگر میرے پیٹ میں تجھے کیڑے کھانے پڑیں گے، تو میری پیٹھ پر تکبر سے چل رہا ہے مگر میرے پیٹ میں تو ذلیل ہوگا، تو میری پیٹھ پر بڑے فخریہ انداز سے چل رہا ہے مگر میرے پیٹ میں تو مغموم اور پریشان رہے گا، تو میری پیٹھ پر روشنی میں چل رہا ہے مگر میرے پیٹ میں تجھے اندھیرے میں رہنا ہوگا، تو میری پیٹھ پر مجمعوں میں رہتا ہے مگر میرے پیٹ میں تجھے تنہا رہنا ہوگا۔

ذی وقار سامعین عظام!

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موت بڑی خوفناک چیز ہے، دل دہلا دینے والی ہے، ہوش اڑا دینے والی ہے، اوسان خطا کر دینے والی ہے، لذتیں مٹا دینے والی ہے، چین وسکون ختم کر دینے والی ہے، راحت وآرام رخصت کر دینے والی ہے، شہروں کو ویران اور بستیوں کو اجاڑ دینے والی ہے، محلوں کو تباہ وبرباد کر دینے والی ہے۔

لہذا! ہمیں چاہئے کہ ہم ان فانی چیزوں سے دل نہ لگائیں، بلکہ اُس جنت سے دل لگائیں جہاں کی نعمتیں ہمیشہ ہمیش رہنے والی ہیں، جہاں کی نعمتوں میں دوام اور بقا ہے اور جہاں کی نعمتیں کبھی بھی ہم سے زائل نہیں ہوں گی، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے کتاب مکمل ہوگئی، بارگاہ الہی میں سربسجود ہوکر دعا گو ہوں کہ وہ بندہ کی خطاؤں اور کوتاہیوں کو معاف کرتے ہوئے اس کتاب کو قبولیت سے نوازے، میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے اسے توشۂ آخرت بنائے۔

نیز قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کوئی غلطی دیکھیں، یا کوئی مفید مشورہ دینا چاہیں تو راقم الحروف کو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ آپ کا شکر گزار رہے گا۔

مولانا ومفتی رضوان نسیم قاسمی

فیض پور، عرف گھورا، روتہٹ نیپال

استاذ فقہ وافتا معہد الدراسات العلیا، پھلواری شریف پٹنہ

انڈین نمبر: 8986305186 نیپالی نمبر: 9809191037

مولانا مفتی رضوان نسیم قاسمی کی علمی کاوشیں

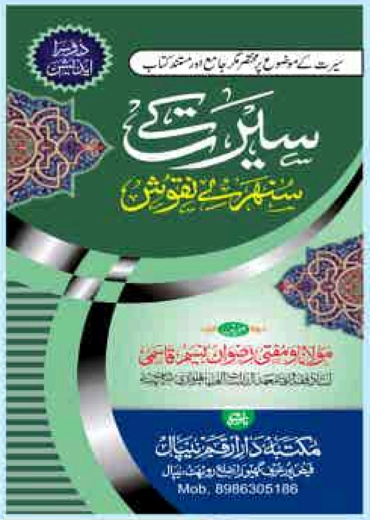

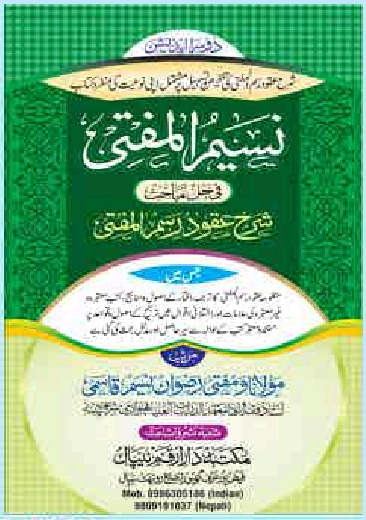

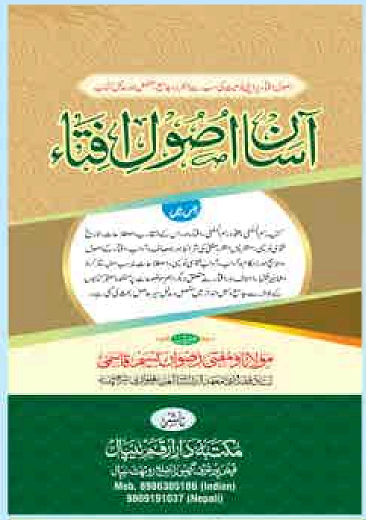

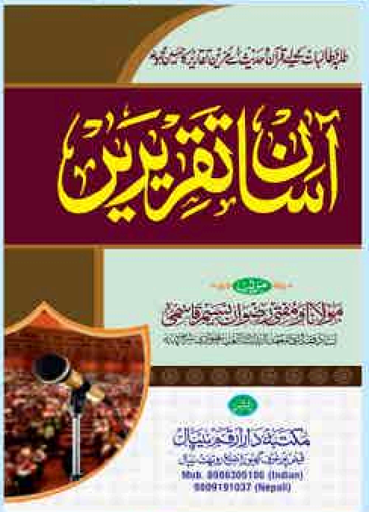

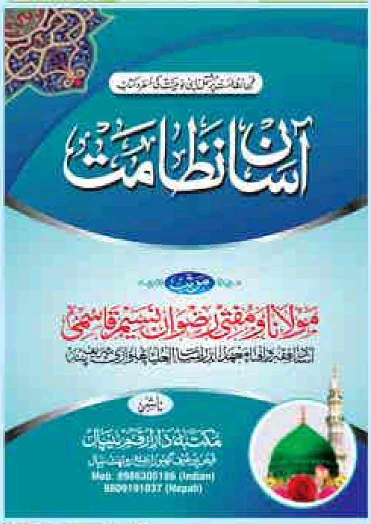

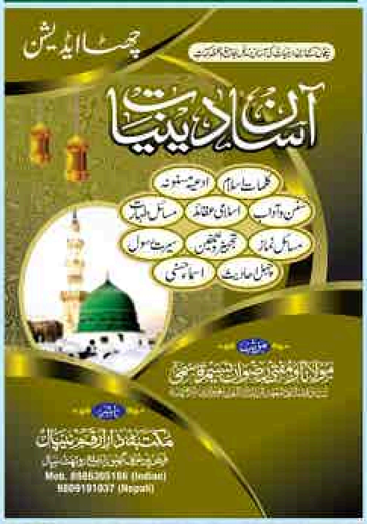

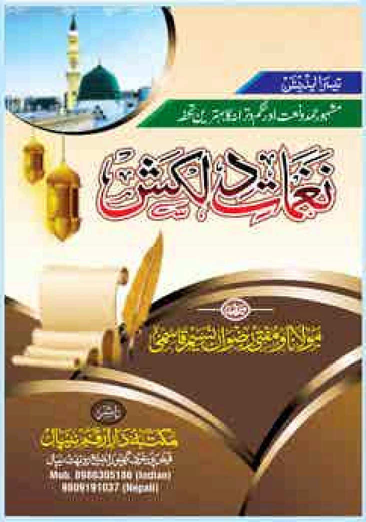

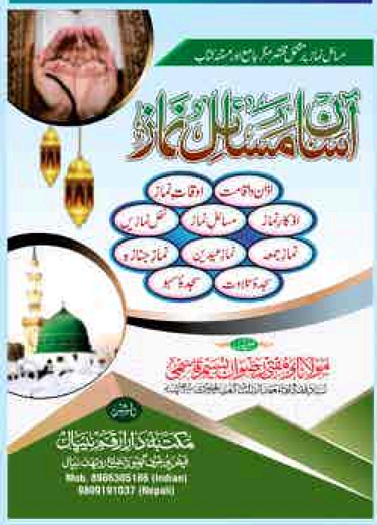

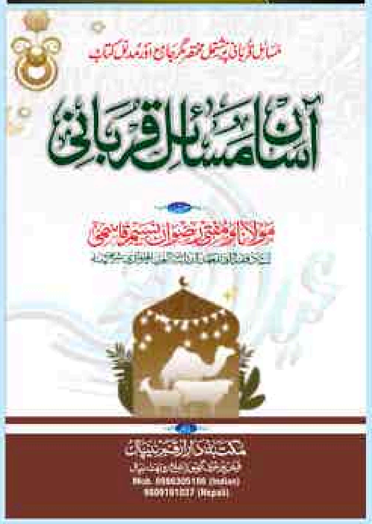

Rs. 80/- INR
रु १३०/ नेपाली

Publisher:

MAKTABA DAR-E-ARQAM, NEPAL

Faizpur Urf Gheora, Dist. Rautahat, Nepal

Mob.8986305186(Indian), 9809191037(Nepali)